پولس رسول کی تعلیمی نفسیات

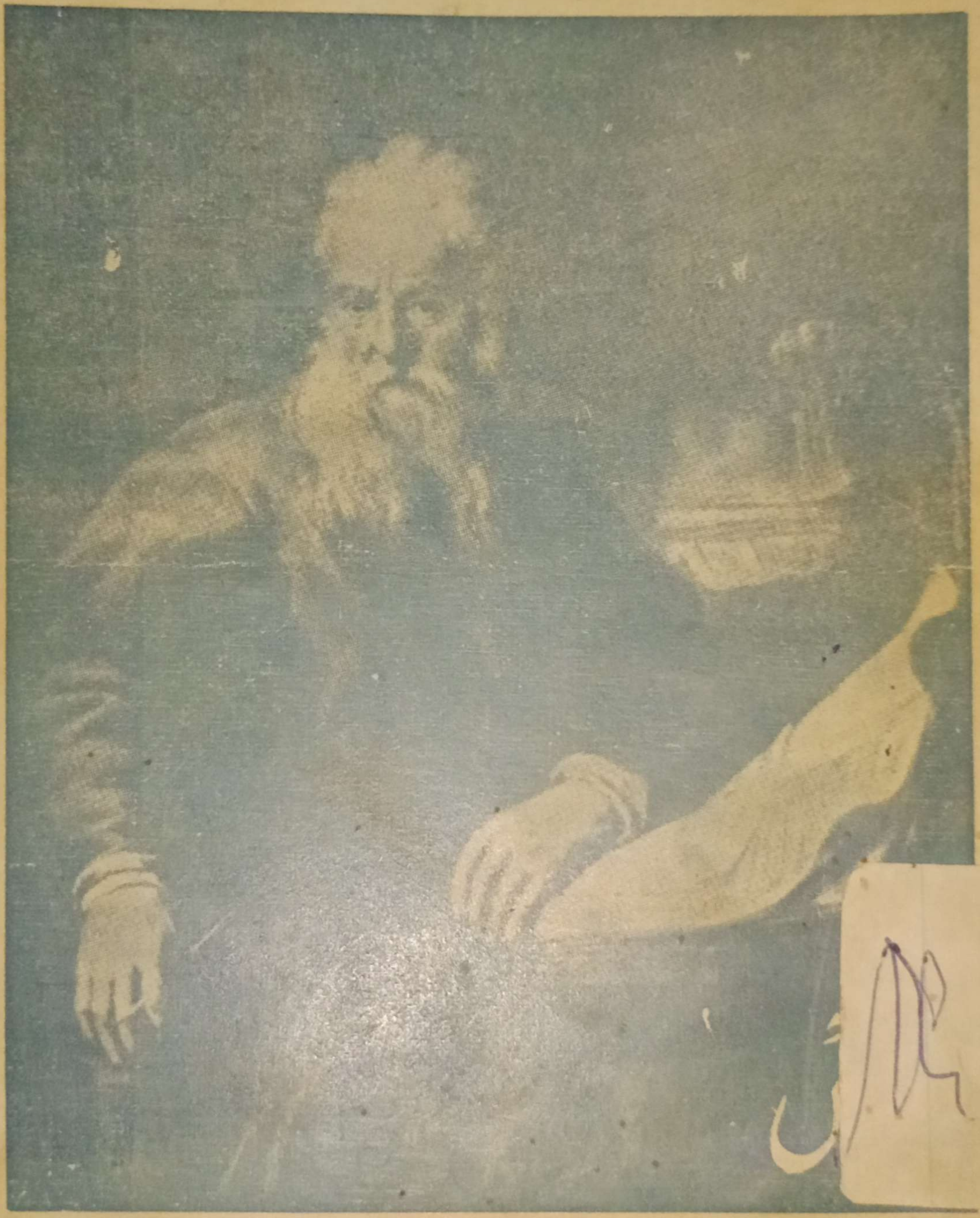

مصنفہ ملک فیروز دین

CamScanner

پولس رسول

کی

تعلیمی نفسیات

مصنفہ

ملک فیروز دین

بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

پرنسپل کرسچن ہائی سکول سیالکوٹ چھاؤنی

کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور

CS CamScanner

فہرست مضامین

ابواب	مضامین	صفحہ
	پیش لفظ	۴
	تشکّر	۵
	دیباچہ	۶
پہلا باب	پولس رسول کی معلّمیت کے ماخذ	۹
دوسرا باب	بحیثیت اُستاد پولس رسول کی قابلیت	۲۶
تیسرا باب	بحیثیت اُستاد پولس رسول کے اغراض و مقاصد	۳۶
چوتھا باب	پولس رسول کے تعلیمی نظریات	۵۰
پانچواں باب	پولس رسول کی تعلیمی نفسیات (حصّہ اوّل)	۵۵
چھٹا باب	پولس رسول کی تعلیمی نفسیات (حصّہ دوم)	۹۹
ساتواں باب	پولس رسول کی تعلیمی نفسیات (حصّہ سوم)	۱۰۸
آٹھواں باب	پولس رسول کے تعلیمی طریقے	۱۱۳
نواں باب	پولس رسول کی معلّمیت کے نتائج و اثرات	۱۲۴

پیش لفظ

مقررین کیلئے اپنے سامعین کو جاننے کی بڑی ضرورت ہے تاکہ وہ ان کے مذاق اور طبیعت کے مطابق اپنے لیکچر کو تیار کرے۔ محض لیکچر کرنا ہی کافی نہیں بلکہ سامعین کی توجہ کو کھینچنا اور اپنے لیکچر کو مؤثر طور پر پیش کرنا بڑی خوبی ہے۔

پاسبان کے لئے علم نفسیات کو جاننا ضروری ہے۔ پولس رسول ایک ماہر نفسیات تھا۔ پاک روح سے معمور اور نفسیات کے زیور سے آراستہ ہو کر اس نے مؤثر خدمت سر انجام دی۔

مسٹر فیروزدین ملک پرنسپل کرسچن ہائی سکول سیالکوٹ چھاؤنی نے پولس رسول کی تعلیمی نفسیات پر ایک نہایت مفید کتاب لکھی ہے۔ مسٹر فیروزدین صاحب خود بھی ایک قابل اُستاد اور نفسیات کے ماہر ہیں۔ وہ ایک سرگرم لے مین ہیں۔ اور کلیسیائی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر کلیسیا کی عظیم خدمت کی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ پاسبان اس کتاب سے استفادہ حاصل کریں گے۔ اور اس کتاب کے استعمال سے اپنی خدمت مؤثر بنائیں گے۔

جارج ڈبلیو مل
جنرل سیکرٹری
سیالکوٹ چرچ کونسل

Saleem Akhtar
22. 4. 69.

تشکر

مندرجہ ذیل علماء و مفسرین بائبل مقدس جن پر پاکستان کی مسیحی کلیسیا بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ اور جن کے تعاون سے یہ کتاب ضبطِ تحریر میں آئی میرے خاص شکریہ کے مستحق ہیں:-

۱۔ جناب عزت مآب کے ایل ناصر صاحب ایم۔ اے (آنرز) ایس ٹی۔ ایم۔ آپ علم الٰہیات کے جید عالم اور اُستاد ہیں۔ آپ ہی کی ذاتِ بابرکات نے مجھے اس کتاب کی تصنیف کا نیک مشورہ دیا۔ نیز اس موضوع سے متعلق چند گرانقدر کتب بھی مہیا کیں اور گاہے گاہے اپنے انمول خیالات سے بھی نوازتے رہے۔

۲۔ جناب پادری لعزرس اے خان صاحب نے بڑی کاوش و عرق ریزی سے اس کتاب کی عبارت یعنی زبان دانی کی تصحیح اور حوالہ جات میں مدد فرمائی۔

۳۔ جناب پادری ڈبلیو۔ جی ینگ صاحب ایم۔ اے آپ نے اس کتاب کے مسودہ کا کچھ حصہ اور تواریخی اغلاط کی تصحیح فرمائی۔ اور نئے اور اچھوتے خیالات سے مستفید فرمایا۔

۴۔ جناب پادری جے۔ اے گل صاحب آپ نے چند ایک کتابیں مہیا فرمائیں جو میری بہترین معاون ثابت ہوئیں۔ آپ مواد اکٹھا کرنے، ترتیب دینے میں انتہائی کوشش اور شوق سے مدد فرما کر قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

۵۔ ماسٹر برکت اے خان صاحب جو ایک مقبولِ عام مبشر ہیں۔ اور کئی بشارتی رسالہ جات کے مصنف ہیں۔ آپ نے کتاب ہذا کی کتابت و اشاعت کا اہتمام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

فیروزدین ملک

دیباچہ

یہ حقیقت ہے۔ کہ یُونس رسُول ایک عدیم المثال ماہر نفسیات تھا۔ وہ انسانوں کی ذہنی نوعیت و کیفیّت اور اُن کے خیالات۔ جذبات۔ احساسات رجحانات۔ تصورات۔ تخیلات۔ خواہشات۔ عادات۔ حرکات و سکنات نشست و برخواست اور طور و اطوار سے پُورے طور پہ واقف اور آگاہ تھا۔ وہ درس و تدریس کے جمیع نفسیاتی اصولات و نظریات کو بخوبی جانتا تھا۔ عصرِ حاضرہ میں ماہرین علم النفسیات متعدد نفسیاتی اصولات کو دریافت کر کے انہیں کثیر تعلیمی اُمور میں خصوصی طور پر استعمال کرنے کی مساعیِ بلیغ کر رہے ہیں۔ کیونکہ اُنہیں عمیق احساس ہے کہ کسی غیر نفسیاتی سلسلۂ تعلیم کے لئے مؤثر اور کامیاب ہونا دشوار بلکہ امرِ محال ہے۔ چنانچہ موجودہ نظامِ درس و تدریس میں حیرت انگیز انقلابات و نتائج وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ فی الواقع یہ امر نہایت ہمت افزا ہے۔ کہ مزید نفسیاتی اصولات کے ادراک و تفہیم اور انہیں تعلیمی امور میں استعمال کرنے کی مساعیِ جمیلہ بدستور جاری ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یُونس رسول عرصۂ دو ہزار سال سے پیشتر ہی تمام موجودہ نفسیاتی اصولات سے کامل بلکہ اکمل طور پہ واقف تھا۔ اور اس نے ان اصولات کو اپنے تعلیمی لائحۂ عمل کا جزوِ لاینفک بنایا۔ اس کا ہر طریقۂ تعلیم نفسیاتی اصولات پر مبنی ہے، وہ انسانی طبائع سے اس قدر واقف تھا۔ کہ اُس نے ہر وقت اور ہر جگہ ایسی اشیاء استعمال کیں، ایسے سمعی اور بصری معاونات استعمال کئے۔

ایسی حرکات و سکنات کو عمل میں لایا۔ کہ لوگ جوق در جوق اس کا کلام سننے کے لئے اُس کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور بالآخر متاثر اور مستفیض ہوتے۔ غرضیکہ یُونس رسُول گذشتہ۔ موجودہ اور آیندہ ازمنہ کے اساتذہ اور معلّمین کے لئے قابل نمونہ اور قابلِ تقلید معلّم ہے۔ اگرچہ اُس نے علم نفسیات پر کوئی ضخیم کتاب تصنیف نہ کی اور نہ ہی تعلیمی نفسیات کے اصولات پر سلسلہ وار اور طول و طویل بحث و تمحیص کی تاہم اس کے دل و دماغ پر نسلی۔ خاندانی۔ ادبیاتی اور تہذیبی ماحول نے اس کی معلمیّت پر عمیق اثرات ڈالے۔ وہ طبعی طور پر بے قیاس ذہانت اور استعداد کا مالک تھا۔ لیکن ان اثرات نے اس کی معلمیّت کی عظمت کو بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

مسیحی علماء نے یُونس رسُول کی تعلیمات کے مطالعہ اور اُن کی توضیح و تشریح کے لئے ہزارہا کُتب تصنیف کی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ہم ان کی جمیع مساعی کے لئے اُن کے مرہُونِ منّت ہیں۔ کیونکہ یُونس رسُول کی تعلیمات کے معانی و مطالب کو جاننا ہمارے لئے ازبس ضروری اور لابدی ہے۔ لیکن مسیحی علماء نے یُونس رسُول کی معلمیّت کی عظمت کی جانب بہت کم توجّہ دی ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں میرا مطمحِ نظر یہ ہے۔ کہ میں اپنے قارئینِ کرام کو اس اُستادِ کامل اور معلّمِ اعظم کے مدرسہ میں لے جاؤں۔ اور انہیں اس کی معلّمیّت کی عظمت سے واقفیت دلاؤں۔ اس کتاب کا موضوع یُونس رسُول کی تعلیمات نہیں۔ بلکہ اسکی تعلیمی نفسیات ہے۔ یعنی اس کتاب میں ہم اُس کا بحیثیّت اُستاد اور معلّم مطالعہ کریں گے۔ فی الحقیقت وہ عالمگیر

اُستاد ہے۔ اگرچہ وہ عرصۂ دراز سے اِس جہانِ فانی سے کوچ کر چکا ہے۔ تاہم تعلیمی دنیا میں اُس کی صدا ہنوز بدستور گونج رہی ہے۔

ملک نذیر دین

پہلا باب

پولس رسُول کی معلّمیت کے مآخذ

ا۔ نسلی اثرات:-

ترسُس کا ساؤل حقیقی معنوں میں اپنی نسل کا ایک فرزند تھا۔ چنانچہ وہ پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ "میں عبرانیوں کا عبرانی ہوں" (فلپیوں ۳:۵) "اور میں یہودی طریق میں اپنی قوم کے ہم عمروں سے بڑھتا جاتا تھا اور اپنے بزرگوں کی روایتوں میں نہایت سرگرم تھا"۔ (گلتیوں ۱:۱۴) "سیکھو اور سکھاؤ۔ سکھاؤ اور سیکھو"۔ یہی اس کی تمام تعلیم و تربیت کا نصب العین تھا۔ تمام بنی اسرائیل کی طرح اس کے نزدیک پاکیزگی اور تعلیم ایسی چیزیں ہیں۔ جو ایک دوسرے سے جُدا نہیں کی جا سکتیں۔ تعلیم مذہب کی لونڈی تھی۔ اور مذہب تعلیم کا مہتمم تھا۔

ساؤل کا مذہب اور اس کے تعلیمی اصولات ایک حیرت انگیز تواریخ کی پیداوار تھے۔ اُس کی معلّمیت کے بعض مواخذ اِس لٹریچر کے مطالعہ سے ہم پر منکشف ہوتے ہیں۔ بائبل بحیثیت مجموعی نہ صرف صدیوں کے گہرے مذہبی تجربہ کا ہی اظہار ہے۔ بلکہ وہ تعلیمی اصولات کا ایک مجموعہ بھی ہے۔ اور اس کی تواریخ، تعلیم کی ایک تواریخ ہے،

ساؤل کو ایک عدیم المثال تعلیمی نصب العین میراث میں ملا تھا۔ فریسی ہونیکی حیثیت سے یہوواہ کی شریعتوں کا مطالعہ اور اُن کی تقلید اُس کی زندگی کا عظیم ترین مقصد تھا۔

ساؤل کے قومی تواریخ کے مطالعہ اور مشاہدہ میں اس کے قومی اساتذہ کرام کی شخصیات اور اصولات نے اُس کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈال دیا۔ اُس کی قومی تواریخ میں اساتذہ کرام کا ایک طویل سلسلہ و تسلسل پایا جاتا تھا۔ ان جلیل القدر اساتذہ نے اس کے لوگوں میں قریباً ہر قسم کی رہنمائی کی نمائندگی کی۔ مثلاً ان نامور اساتذہ میں شارع۔ کاہن۔ زبور نویس۔ انبیاء۔ فقیہہ اور حکماء شامل تھے۔ جنہوں نے اخلاقی اور دماغی ارتقاء کے لئے باہم الکر ایسے معلمانہ اصولات پیش کئے۔ جن کی مثال قدیم لٹریچر میں مفقود ہے،

موسیٰ کو "ابائے حکمت" کہا جاتا تھا۔ اور وہ اس لقب کا مستحق بھی تھا۔ اس کی شخصیت سے ایسی سچائیاں جلوہ گر ہوتی تھیں۔ جو دوسروں کے دل و دماغ کو منور کرتی تھیں۔ یہوواہ کا مُنہ ہونیکی حیثیت سے وہ علانیہ اور شخصی طور پر اپنے مؤثر نمونہ کی قوت۔ کلام۔ علامت۔ حکم اور عمل سے تعلیم دیتا تھا۔ وہ نازک حالات کی اہمیت کو حکمت سے پہچان لیتا تھا۔ اور انہیں دلیری اور عبارت سے مفید مقاصد کے لئے استعمال میں لے آتا تھا۔ ہر ایک اسرائیلی کے لئے وہ جمیع اساتذہ میں ایک شہزادہ تھا۔ وہ اسرائیل کا سب سے بڑا اسکول ماسٹر تھا۔ اس لئے اُس نے ساؤل کے معلمانہ احساس پر غیر معمولی اثر ڈالا۔ چنانچہ پولس نے موسیٰ کی کتاب سے متعدد اقتباسات پیش کئے ہیں۔

اس نے اگرپا بادشاہ سے کہا کہ "میں آج تک قائم ہوں۔ اور چھوٹے بڑے کے سامنے گواہی دیتا ہوں اور ان باتوں کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ جن کی پیشنگوئی نبیوں اور موسیٰ نے بھی کی ہے" (اعمال ۲۶ : ۲۲) ساؤل کے نزدیک موسیٰ ایک حقیقی اُستاد تھا۔

کاہن اپنی کہانت کے ذریعہ سے ایک طاقتور تعلیمی اثر ڈالتے تھے۔ اُن کے لمبے داغ سوتی چوغے اور سنجیدہ چہرے اُن کی شان کو دو بالا کرتے تھے۔ وہ روحانی امور کو جسمانی امور میں اور جسمانی امور کو روحانی امور میں لا دیتے تھے۔ جب وہ احکام۔ یہوواہ کی شریعت۔ عبادت اور یہوواہ کا خوف سکھانے میں وفادار ہوتے تھے۔ تو وہ اخلاقی ضمیر کو مضبوط کرتے تھے۔ اور سماج کی تربیت کرتے تھے۔ وہ علامت۔ رسم۔ عملی صلاح و مشورہ اور عدالتی معاملات کی صدارت کے ذریعہ سے تعلیم دیتے تھے۔ وہ ضمیر کی بہ نسبت احساسات کو اور تخیل کی بہ نسبت جذبات کو زیادہ متاثر کرتے تھے۔ اسی بناء پر وہ ارادہ اور مرضی کی تربیت کرتے تھے۔ قوم اور افراد کو وہ یہی مسلسل نصیحت کرتے تھے۔ کہ وہ پوری احتیاط سے شریعت اور رسومات کی پابندی کریں۔ انہوں نے ساؤل پر اپنا گہرا اثر ڈال دیا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ "اس پر پولس اُن آدمیوں کو لے کر اور دوسرے دن اپنے آپ کو اُن کے ساتھ پاک کر کے ہیکل میں داخل ہوا۔ اور خبر دی کہ جب تک ہم میں سے ہر ایک کی نذر نہ چڑھائی جائے۔ تقدس کے دن پورے کریں گے (اعمال ۲۱ : ۲۶)

زبور نویسوں نے بھی پولس رسول پر وسیع تعلیمی اثر ڈالا نہ بولدوں کی

دینے کے مواقع اپنے قریبی حالات ہی میں ڈھونڈ لیتے تھے۔ وہ اپنی زندگی، ماحول، اور تواریخ سے ٹھوس مثالیں چن لیتے تھے۔ وہ کاہل اور سست دماغوں کو ٹٹولنے کے لئے سوالات کیا کرتے تھے۔ وہ تخیّل کو متحرک کرنے اور ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے دیا۔ علامتوں اور ڈرامائی فعلوں کو بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ اپنے پیغامات کو شاعرانہ انداز میں بھی پیش کرتے تھے۔ وہ اپنی تمام ملاقاتوں کو بے انداز جوش کی فضا میں لے آتے تھے۔ وہ مخالف حالات کا ایسی دلیری سے سامنا کرتے تھے۔ جس کی تاب اُن کے مخالفین نہیں لا سکتے تھے۔ وہ یہوواہ کے پیغام رساں تھے۔ چونکہ اُن کا کلام ذی اختیار تھا۔ اس لئے وہ لوگوں کے دلوں میں فائزیت پیدا کر دیتا تھا۔ اُن کا کلام ہمارے دلوں کو فی الحقیقت ہلا اور تھرا دیتا ہے۔ یقیناً ساؤل کا بیدار مغز نہ صرف اُن کی سچائیوں کو اپنی گرفت میں لے آیا۔ بلکہ ان کی شخصیتوں کا بھی اس کے دل و دماغ پر گہرا اثر ہوا۔ پولُس رسول انبیاء کی مانند کلام کرتا تھا۔ اور یہ بات خاصکر اُس بات چیت سے ثابت ہوتی ہے۔ جو اُس نے پسدیہ کے انطاکیہ کے عبادت خانہ میں کی۔

فقیہہ جن کی کارکردگی کا آغاز انبیاء کی کارکردگی کے اختتام سے ہوا۔ ہمہ اوقات اسی بات میں کوشاں اور سرگرداں رہتے تھے۔ کہ وہ عبرانی خیال کو زیادہ اونچی دماغی سطح پر لے جائیں۔ وہ لوگوں کو شریعت کے سمجھنے کے قابل بناتے تھے۔ وہ لوگوں سے شریعت کے معانی و مطالب بیان کرتے تھے۔ اُن کے اثر و رسوخ کے باعث لکھنے کی قابلیت ایک تعلیم یافتہ اور عالم

اعلیٰ ترتیب اور اظہارِ نرمی سے اُس نے بہت کچھ سیکھا۔ اور مذہبی جذبہ کی عالمگیر زبان سکھانے کے لئے تیار ہوا۔ عبرانی شاعری کے عمدہ اندازِ بیان۔ اختصار۔ جرأتِ اظہار۔ تشبیہات و استعارات کے استعمال کی غیر معمولی آزادی۔ فطرتی اشیاء کے حوالہ جات۔ لوگوں کے پیشہ جات کے اذکار۔ قومی تواریخ اور عام زندگی کے طور و اطوار کے بیانات اور انسانی خواہشات و جذبات کے اظہارات نے پولُس رسول کی تحریرات در دل و دماغ پر عمیق اثر ڈالا۔ ان اوصاف کے باعث اُس نے زبوروں کو زبانی یاد کر لیا ہوگا۔ وہ اپنی تحریرات میں زبوروں سے اقتباس کرتا ہے۔

انبیاء نے بھی اُس تعلیمی نصب العین میں اضافہ کیا جنہوں نے اپنے آپ کو ساؤل کے شعور میں تعمیر کر دیا۔ وہ مؤثر فنِ تقریر میں خاص استعداد رکھتے تھے۔ اُن کے سامنے سچائی کے ادراک کے لئے اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں کو کھولنے کا دشوار کام تھا۔ کمزور ارادوں کو درست زندگی بسر کرنے کے لئے آمادہ کرنا اُن کا مقصدِ حیات تھا۔ وہ اپنے ہمجنسوں کے درمیان رہتے تھے۔ اور انہیں اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے۔ وہ تعلیم دینے کے ڈھنگ سے بخوبی واقف تھے۔ وہ دوسروں کی توجہ کو اپنی طرف اس نے کھینچ لیتے تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی سرگرم اور مستعد تھے۔ وہ اپنے اسباق کو ان الفاظ سے شروع کیا کرتے تھے مثلاً "نزدیک آکر سنو"۔ "سنو"۔ "دیکھو"۔ "جاگ جاگ"۔ "اُٹھ منوّر ہو"۔ وغیرہ۔ وہ سچائی کو پیش کرنے کے لئے ممکن مواقع استعمال کر لیتے تھے۔ وہ تعلیم

شخص کی علامت تسلیم کی جاتی تھی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ عزرا اور فقیہوں کے ذریعہ سے اہلِ یہود، اہلِ کتاب بن گئے۔ فقیہوں کی تعلیمی خدمت عملی تھی۔ اس خدمت کے لئے فرصت اور اطلاق کی ضرورت تھی۔

فقیہوں نے ایک ایسی ندی جاری کر دی جو ساؤل کے زمانہ میں ایک پُر زور دریا کی مانند بہتی تھی۔ سیاسی۔ سماجی اور مذہبی زندگی، روایات کے ایک ایسے بوجھل سلسلہ اور قوانین سے مغلوب ہو گئی۔ جن کی خارجی صورت، اندرونی اصولات کی بجائے دلچسپی اور توجّہ کا مرکز بن گئی۔ یُوں ساؤل جو "فریسی اور فریسیوں کی اولاد" تھا۔ اس پُر زور لہر سے بہہ گیا۔ جس نے اُس کے مذہبی اور تعلیمی اصُولات پر بہت اثر ڈالا۔ بائیبل کے ساتھ عبرانی علم کا یہ وسیع مجموعہ پُولُس رسُول کی تعلیم کا مضمون بن گیا۔

ساؤل کی معلمیّت پر اسرائیل کے پرانے حکماء کا اثر بھی قابلِ غور ہے، خدائے تعالےٰ نے سلیمان بادشاہ کو دانائی اور حکمت عطا کی تھی۔ جب ترسُس کا ساؤل امثال کی کتاب کا مطالعہ کرتا تھا۔ تو اس کے ہاتھ میں یہ کتاب گویا معلمانہ تجربہ کا ایک خزانہ ہوتی تھی۔ اس کتاب میں تعلیم کے متعلق ایسے جُملے پائے جاتے ہیں۔ جو کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں۔ بلکہ تمام زمانوں کے لئے لکھے گئے ہیں۔ ساؤل نے دیکھا کہ یہ کتاب زندگی اور تعلیم کا مکمّل ضابطہ خیال کیا جاتا ہے ـــ اس کتاب میں اُس نے ایسے یہودیوں کو دیکھا۔ جو نہ صرف ہدایت کرنے کی بلکہ تعلیم دینے کی بھی کوشش کرتے تھے۔

حکمت کے لٹریچر نے بھی ساؤل کی تربیت کی تشکیل کی۔

۲۔ خاندانی اثرات:۔

یہ حقیقت ہے کہ ساؤل کے معلّمانہ شعور میں یہ خیال ہر وقت موجود رہتا تھا۔ کہ گھر بحیثیت ایک تعلیمی ادارہ کے عظیم اہمیّت رکھتا ہے۔ اس کی ابتدائی زندگی میں اُس کے والدین کی شخصیّت اور اس کے گھر کا ماحول نہایت طاقتور تعلیمی اجزاء تھے۔ اس کے گھر چھوڑنے کے بعد بھی گھریلو تعلیم کے بنیادی اصولات اس کے شعور پر چھپائے رہے۔

ان اصولات میں والدین کا فرض اور ذمہ داری سب سے مقدّم اصول تھا۔ والدین اپنے بچّوں پر الٰہی اختیار سے حکومت کرتے تھے۔ ماں گھر کو سنبھالتی تھی۔ گھر کا سرپرست ہونے کی وجہ سے بچوں کی تعلیم کی بڑی ذمہ داری باپ پر عائد ہوتی تھی۔ اپنے والدین کی پُوری عزّت اور فرمانبرداری کرنا بچوں کا پہلا فرض تھا۔ بچّہ کی فطرت غیر ذمّہ دار۔ احمق اور فتنہ انگیز تصوّر کی جاتی تھی۔ "سخت ضبط" بہترین اُستاد سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح بچّے کی تربیت نہایت اچھی طرح ہوتی تھی۔ جو بچّوں کے لئے خوشحالی اور والدین کے لئے باعثِ مسرّت تھی۔

عبرانی گھر ایک مدرسہ سمجھا جاتا تھا۔ خاندان میں رسُومات اور تہواروں کے منانے سے بچّوں پر خاص تعلیمی اثر ہوتا تھا۔ ہر ایک واقعہ پر بچے کے شعور کو بیدار کیا جاتا تھا۔ واقعات کے سلسلہ کے بعد تربیت کا سلسلہ شروع

ہو جاتا تھا جب عیدِ فسح پر غیر معمولی رسومات ادا کی جاتیں اور خوراک کو بالکل تبدیل کیا جاتا۔ اور جب عیدِ خیام کے دنوں میں خاندان خیموں میں ڈیرے ڈال لیتا اور عیدِ تجدید پر موم بتیاں جلائی جاتیں۔ اور پیورِم پر خوشیاں منائی جاتیں تو بچّے بے شمار سوال پوچھتے اور والدین اُن مواقع کو غنیمت سمجھکر بچوں کو وہ علم دیتے جو ان کو خود عزیز تھا۔ والدین اپنے بچّوں کو ہر ایک تہوار کا آغاز اور ہر ایک علامت اور رسم کے معانی سمجھا دیتے۔ یُوں بچّوں کی تربیّت کا سلسلہ بدستور جاری رہتا۔

حکماء کا مقولہ تھا۔ کہ "لڑکے کی اُس راہ میں تربیت کر جس پر اُسے جانا ہے۔ وہ بوڑھا ہو کر بھی اُس سے نہ مڑے گا" (امثال ۲۲ : ۶)۔ مختلف حالات اور تجربات نے ساؤل کے مذہبی خیالات کو تبدیل کر دیا۔ لیکن اُس نے گھریلو تعلیم کے ان بنیادی اصولوں کو کبھی نظر انداز نہ کیا۔ چنانچہ اُس نے والدین کو ہدائیت کی۔ کہ "وہ اپنے فرزندوں کی خداوند کی طرف سے تربیت اور نصیحت دے دے کر اُن کی پرورش کریں"

(افسیوں ۶: ۴)

۲۔ مدرسی اثرات:۔

عبرانی مدرسی نظام نے اسرائیل کے فرزندوں پر گہرا اثر ڈالا۔ پہلی صدی میں ایک ایسا ذہنی ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ جس نے اُس مدرسی نظام کو پایۂ عروج تک پہنچا دیا۔ ہر طرف عالمگیر۔ جبری اور مُفت تعلیم کا ہی نعرہ بلند ہوتا تھا۔ فریسی ہر وقت تعلیم کی حمایت میں سرگرداں رہتے تھے

اور اُن کی متواتر کوششوں سے نہ صرف یہودیہ میں بلکہ تمام رُومی سلطنت میں سینکڑوں عبادت خانے۔ کالج اور مدرسے قائم ہو گئے۔ جاہلوں اور لاعلموں کے لئے اب کوئی بہانہ نہ رہا۔ عبرانی کتبِ مقدسہ کے مطالعہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ ہر ایک یہودی جماعت میں مدرسے پائے جاتے تھے۔ مذہب درس و تدریس کا معاملہ تصوّر کیا جاتا تھا۔ صدیوں کے تعلیمی عمل نے ایک تعلیمی نظام کی شکل اختیار کر لی تھی۔

اُستاد کی عظمت اور فضیلت بڑھ چکی تھی چنانچہ ساؤل کے زمانہ کا ہر ایک عبرانی نوجوان، اُستاد بننے کی آرزو اور تمنّا رکھتا تھا۔ والدین کی بہ نسبت اُستادوں کی عزّت و تعظیم اور فرمانبرداری زیادہ واجب تھی۔ اُستاد، اسرائیل کی روشنیاں۔ لوگوں کے شہزادے اور اسرائیل کے ستُون تصوّر کئے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایک نوجوان اُستاد بننے کی خواہش اور آرزو رکھتا تھا۔

قابلِ نمونہ اُستاد اپنے سامنے ایک اعلیٰ معیار رکھتا تھا۔ اُس کے لئے خوشگوار۔ عاقبت اندیش۔ عقلمند۔ عالم اور اہلِ فکر ہونا لازم تھا۔ لازم تھا۔ کہ اس کا حافظہ اچھا ہو۔ لازم تھا کہ وہ سوال بنانے اور اُن کا فوری اور درست جواب دینے کی پوری اہلیّت رکھتا ہو۔ اس کے لئے ضرور تھا۔ کہ وہ فراخدل۔ فروتن۔ وسیع الخیال اور عملی ہو۔ اس کے لئے صابر مہربان اور حلیم ہونا لازم تھا۔ لازم تھا کہ وہ نوجوان نہ ہو اور شادی شدہ ہو۔ اور طلباء کی ضروریات کو پورا کرنے میں مصروف رہے۔ کوئی عورت پڑھانے

ے کام پر مامور نہیں ہو سکتی تھی وہ صرف اپنے گھر کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ اُستاد سے مفت خدمات کی توقع کی جاتی تھی۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ تو وہ کوئی اور کام کر کے اپنی روزی کا کچھ حصّہ کما لیتا تھا۔

اُستاد کا فرض منصبی تھا۔ کہ وہ بچّوں کو سخت ضبط کے ذریعہ سے چمکا دے۔ اُن کی نگرانی کرے۔ اُن کی رہنمائی اور رہبری کرے۔ اور اپنا شخصی نمونہ پیش کرے۔

علم کو دماغ میں صحیح اور مستقل طور پر جمانے کے لئے تمام طریقے عمل میں لائے جاتے تھے۔ ہدایت زیادہ تر زبانی دی جاتی تھی۔ کیونکہ اگر کسی جملہ کو بلند آواز سے بولا جائے تو وہ آسانی سے دماغ میں جم جاتا ہے۔ زبانی ہدایت اچھا ماحول پیدا کرنے میں بھی مدد دیتی تھی۔ یعنی جس طرح لکڑی کا ایک چھوٹا ٹکڑا بڑے ٹکڑے کو آگ لگا دیتا ہے۔ اُسی طرح چھوٹے بچّے بڑے بچّوں کو تیز کر دیتے ہیں۔ یا جس طرح لوہا لوہے کو تیز کرتا ہے اسی طرح ایک طالب علم دوسرے طالب علم کو تیز کر دیتا ہے۔

تعلیم دینے میں اختصار کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جاتا تھا۔ استادوں کا مقولہ تھا۔ کہ اپنے طلباء کو ہمیشہ مختصر طریقہ سے پڑھاؤ۔ طریقۂ اختصار اس لئے سود مند تھا۔ کہ اس سے طلباء کے دماغ، مبالغہ اور غیر ضروری الفاظ سے مضمحل نہیں ہوتے تھے۔

اسباق کا بار بار اعادہ کرایا جاتا تھا۔ اکثر کہا جاتا تھا۔ کہ ایک سو مرتبہ دہرانے سے ایک سو ایک مرتبہ دہرانا بہتر ہے۔ کاملیت اور استقلال کی تلقین

کی جاتی تھی۔ اُستاد اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ توریت کو بار بار یاد کرو کیونکہ اس میں ہر ایک بات مِل سکتی ہے۔ اُس کے ساتھ بوڑھے ہو جاؤ۔ اور اس سے کبھی جُدا نہ ہو کیونکہ صرف اُسی میں اخلاقی زندگی میسّر ہوتی ہے۔

طلباء اپنے اسباق کو زبانی یاد کرتے تھے۔ ہم بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس قسم کی تعلیم بچّوں کے دماغوں پر ایک بھاری بوجھ ڈالتی ہوگی۔ استاد بھی اس بات کو بخوبی جانتے تھے۔ لیکن وہ اپنے طلباء کو ایک ہی سانچے میں ڈھالنا چاہتے تھے۔

ربّیانہ سکول میں فنِ مباحثہ اور فنِ استدلال کی تربیت دی جاتی تھی۔ اور یہ تربیت حفظ کرنے کے ساتھ وابستہ تھی۔ پروفیسر ایسے لیکچر نہیں دیتے تھے۔ جنہیں شاگرد لکھکر اپنے گھروں میں لے جا سکتے تھے۔ یہاں فقط زندگی۔ حرکت اور بحث جیسی چیزیں پائی جاتی تھیں۔ سوال کا مخالف سوال سے جواب دیا جاتا تھا۔ جواب تمثیلوں میں چھپے ہوتے تھے۔

ساؤل کی تربیت یروشلم کے ربّیانہ کالج میں گملی ایل کے قدموں میں ہوئی تھی۔ اور یہاں اُس نے اپنے باپ دادا کی شریعت کی خاص پابندی کی تعلیم پائی۔ (اعمال ۲۲ : ۳)۔ یہاں اُس نے طرزِ کلام اور طرزِ استدلال سیکھا۔ یہاں اس نے مخالفین کی دلائل کی تردید کا ڈھنگ سیکھا۔ یہاں اُس نے اختصارِ کلام کا سبق سیکھا۔ چنانچہ اس کی تحریرات میں بعض مقامات پر بعض باتیں ایسے مختصر انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ کہ پڑھنے والوں کو باقی باتیں خود مہیّا کرنی پڑتی ہیں۔ اسی ماحول میں معاملات پیش کرنے اور سوالات پوچھنے

CamScanner

میں اس کی تربیت ہوئی۔ وہ سوالات اخلاقی ہوتے تھے۔ مثلاً سب سے بڑا حکم کونسا ہے؟ یا وہ سوالات رسمی ہوتے تھے۔ مثلاً کونسی چیز آدمی کو ناپاک کرتی ہے یا نہیں کرتی؟ یہاں اُسنے نتائج اخذ کرنے اور دلائل دینے کے اصولات کا طریقہ سیکھ لیا۔

ساؤل نے گملی ایل سے سیکھا کہ مذہب اور تعلیم انسان کی پوری زندگی کا حکم ہیں۔ انسان کو مذہب اور تعلیم میں اپنی پوری زندگی صرف کرنی چاہیئے۔ گملی ایل ہلیل کا پوتا تھا۔ گملی ایل اپنے بلند اخلاق، منور دماغ اور وسیع قابلیت کے اعتبار سے اپنے زمانہ میں ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ اُس نے یہودی شریعت کی تعلیم کو عملی زندگی کی رُوح سے معمور کر دیا۔ اس کے بیٹے شمعون نے جو شاید پولس رسول کا ہم جماعت تھا۔ اِس رُوح کو ان الفاظ میں بہترین طور پر ظاہر کیا ہے۔ "سیکھنا نہیں بلکہ کرنا بڑی بات ہے۔" گملی ایل "شریعت کا جلال" کہلاتا تھا۔ اور اسرائیل کے عظیم ربیوں میں آخری ربی خیال کیا جاتا تھا۔ اُس کے زمانہ سے پیشتر اساتذہ کھڑے ہو کر تعلیم دیتے تھے۔ لیکن اُس نے بیٹھ کر پڑھانے کا رواج شروع کیا۔

گملی ایل اپنے شاگردوں سے خلوص دلی اور بلند اخلاقی معیار کا مطالبہ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ اعلان جاری کر رکھا تھا۔ کہ اُس طالب علم کو مطالعہ کے کمرہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جو ظاہر و باطن میں یکساں نہیں ہے۔

گملی ایل آنکھ اور کان کے ذریعہ سے بھی تعلیم دیتا تھا۔ اُس کے کمرے کی دیواروں پر مختلف تختیاں لٹکی رہتی تھیں۔ جو چاند کی مختلف شکلیں ظاہر کرتی تھیں۔

گملی ایل یونانی لٹریچر کا سرگرمی سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ وہ فریسیوں کی تنگ خیالی سے بہت حد تک آزاد تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے شاگردوں میں پانچسو ایسے شاگرد تھے۔ جو یونانی فلسفہ اور لٹریچر کا مطالعہ کرتے تھے۔ فریسیوں کے مزاج کے برعکس وہ قدرتی اشیاء کی خوبصورتی سے خاص لطف اُٹھاتا تھا۔ وہ اس قدر آزاد خیال واقع ہوا تھا۔ کہ جب وہ ٹالیمیس میں گیا تو وہ ایک ایسے کمرے میں بلا پس و پیش نہانے لگا۔ جہاں وینس کا بُت کھڑا تھا۔ ایک بُت پرست نے اُس سے پُوچھا کہ "آپ اپنے اس عمل کو اپنی شریعت کے ساتھ کیسے مطابقت دے سکتے ہیں؟" اُس نے فوراً اُسے معقول جواب دیا کہ غسل خانہ بُت سے پہلے یہاں موجود تھا۔ غسل خانہ دیوی کی خدمت کے لئے نہیں بنایا گیا تھا۔ لیکن بُت غسل خانہ کے لئے بنایا گیا تھا۔

جب صدرِ عدالت مسیحیوں کے ساتھ سلوک کرنے کے طریقہ پر سوچ رہی تھی۔ تو گملی ایل نے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیا۔ کیونکہ اس نے نہ کوئی ان کے خلاف فیصلہ دیا اور نہ ہی صدرِ عدالت کے ارکان کے حق میں کوئی فتویٰ دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جب تک اس نئے معاملہ پر مزید روشنی نہ ڈالی جائے فیصلہ کو ملتوی ہی کیا جائے۔ (پڑھیئے اعمال ۵: ۳۴ - ۳۹)۔

یقیناً ایسے اُستاد کی تعلیم اور شخصیت نے ساؤل کے دل و دماغ پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہوگا۔ اور اس کے شعور میں بہت سے خیالات اور اصولات داخل کر دیئے ہوں گے جو بعد میں اُس کے تعلیم دینے کی خوبیوں میں ظاہر ہوئے۔

۴۔ تہذیبی اثرات:۔

ساؤل کلکیہ کے مشہور شہر ترسس کا باشندہ تھا" (اعمال ۲۱: ۳۹) وہ "پیدائشی رومی تھا" (اعمال ۲۲: ۲۸) اُس کی زندگی پر تہذیبی اثرات نمایاں ہیں۔ یہ اثرات مختلف تھے۔ پہلا اثر یہودی اثر تھا۔ یعنی کئی صدیوں کا اثر دوسرا اثر یونانی اثر تھا۔ یعنی خوبصورتی کا اثر۔ تیسرا اثر رومی اثر تھا۔ یعنی سلطنت کا اثر۔ یہودی۔ یونانی اور رومی اثرات نے باہم پیوست ہو کر اس کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔

اُس نے ترسس کی عالمگیر اور بین الاقوامی فضا میں پرورش پائی تھی۔ اُس کا مشن عالمگیر تھا اور اس عالمگیر مشن کے لئے اس کی تیاری بھی عالمگیر تھی۔ ترسس کے بازاروں اور گلی کوچوں میں ہر ملک اور قوم اور مذہب کے لوگ۔ پائے جاتے تھے۔ جو مختلف زبانیں بولتے تھے۔ وہاں یونانی۔ رومی یہودی۔ آرمینی۔ تورانی اور گلیتہ وغیرہ کے لوگ پائے جاتے تھے۔ ساؤل کو اُس کی روائتی عبرانی تربیت نے فنِ درس و تدریس عطا کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں۔ اب ہم مختصر طور پر دیکھیں گے۔ کہ کس طرح ترسس میں اس کی زندگی نے اُستاد کا احساسِ تحسین بیدار کر دیا۔ اور کس طرح

رومی دنیا کے ساتھ رابطہ نے اُسے اُستاد کی رد بادی۔

ترسس کے تعلیمی فوائد بھی قابلِ غور ہیں۔ کہتے ہیں کہ ترسس کے باشندے یونانی فلسفہ اور لٹریچر کے مطالعہ میں اس قدر سرگرم تھے۔ کہ وہ ایتھنے اور اسکندریہ اور دوسری جگہوں کے شہریوں سے سبقت لے گئے۔ جہاں فلاسفروں اور ماہرینِ فنِ تقریر کے مدرسے قائم تھے۔ اعمال ۲۱: ۳۷ میں پولس پلٹن کے سردار سے یونانی زبان میں مخاطب ہوتا ہے۔ کیونکہ پلٹن کا سردار حیران ہو کر جواب دیتا ہے کہ "کیا تو یونانی جانتا ہے؟" پولس جواب دیتا ہے کہ "میں یہودی آدمی کلکیہ کے مشہور شہر ترسس کا باشندہ ہوں"۔ اس سے پولس کی یہ مراد تھی۔ کہ ترسس میں رہتے ہوئے کوئی شخص یونانی زبان کے علم سے محروم نہیں رہ سکتا۔ علماء میں پولس کے یونانی زبان سیکھنے کے سوال پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ ریمزے صاحب، کا یقین ہے کہ چونکہ پولس کا باپ ایک رومی شہری تھا۔ اس لئے وہ متمول تھا۔ اور ترسس میں کافی اہمیت رکھتا تھا۔ اور ساؤل کے لئے ترسس کے تمام تہذیبی اثرات سے فیضیاب ہونے کا کافی موقع تھا۔ لیکن بعض علماء اس کی یونانی لٹریچر سے ناواقفیت کی تین دلائل پیش کرتے ہیں۔ پہلی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ غیر ممالک میں رہنے والے یہودی یونانیوں سے دور رہتے تھے۔ وہ یونانیوں سے کسی طرح کا لگاؤ یا رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ اس دلیل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ پولس ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ جو فریسیانہ اصولات کا سخت پابند تھا۔ اس لئے وہ یونانیوں کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ اور

تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اور وہ یونانی لٹریچر سے ناواقف تھا۔ دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ وہ دس اور تیرہ سال کے درمیان کی عمر میں ترسُس کے اثرات سے یروشلم میں بھیج دیا گیا۔ تیسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ چونکہ وہ خیمہ دوز تھا۔ اور اپنے ہاتھوں سے اپنی روزی کماتا تھا۔ اس لئے وسیع تر تہذیبی اثرات کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

یہ تمام دلائل بظاہر پُرزور معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ان دلائل کا صحیح جواب ساؤل کے مشہور و معروف اُستاد گملی ایل میں پایا جاتا ہے۔ گملی ایل یُونانی فلسفہ اور لٹریچر کو بخوبی جانتا تھا۔ ساؤل اپنے اُستاد کے نقشِ قدم پر چلتا تھا۔ پس اپنے اُستاد کے نمونہ کی تقلید میں ساؤل نے یونانی لٹریچر کے اُن تہذیبی مواخذ کا سرگرمی سے مطالعہ کیا۔ جن سے وہ ترسُس میں اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں کم و بیش واقف تھا۔

ترسُس کی عالمگیر فضا میں ساؤل کا مُعلمانہ احساس کافی حد تک بڑھ گیا۔ جہاں تک زندگی کے عملی پہلو کو دخل ہے۔ وہ ایک پیشہ سیکھ چکا تھا۔ اور ایک بات بھی سیکھ چکا تھا۔ یُونانی زندگی کے اثر۔ نظاروں اور آوازوں اور بے شمار تجربات کے لاتعداد تاثرات نے اس کے تخیّل کو امیر بنا دیا۔ اور اس کے اندر اُستاد کے جذبہ بر تعریف و تحسین کو بیدار کر دیا۔ رُدمی دنیا کے ساتھ اُس کے رابطہ کے باعث اُسے آدمیوں کا علم اور انسانی فطرت کی بصیرت حاصل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اُسے ایک عالمگیر رویا بھی مل گئی۔ یعنی ایک ایسی رویا جو واقعی اُس کی فریسیانہ طبیعت کے ساتھ رنگی ہوئی تھی

لیکن جب سچائی نے اُسے آزاد کر دیا۔ تو وہ رویا صاف و شفاف اور حقیقی بن گئی۔ تب ترسُس کا ساؤل پولُس اُستاد بن گیا۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے۔

دوسرا باب

بحیثیت اُستاد پولس رسول کی قابلیت

پولس رسول اپنے آپ کو رسول اور اُستاد کہا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ ۲۔تیمتھیس ۱: ۱۱ میں کہتا ہے کہ "میں رسول اور اُستاد مقرر ہوا۔" اب سوال لازم آتا ہے کہ کیا اُس کا تجربہ اس دعوے کو راست ٹھہراتا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ اسکا معمول تھا۔ کہ وہ اپنے روزمرّہ کے تجربات کو تعلیمی مواقع میں منتقل کر لیتا تھا۔ وہ اس لحاظ سے بے مثال نہ تھا، کیونکہ بہت سے اور لوگ بھی اس کام میں مشغول رہتے تھے۔ لیکن وہ اس لحاظ سے بے مثال تھا۔ کہ وہ اس کام میں اپنے ہمعصروں سے سبقت لے گیا۔

اُس کی مُعلّمانہ زندگی کی کارگزاریاں اور مصروفیات قابلِ غور اور قابلِ قدر ہیں۔ اُس نے یہودی عبادت خانوں میں (اعمال ۹: ۲۰، ۱۳: ۵، ۱۴: ۱، ۱۸: ۲۶، ۱۹: ۸)۔ ندی کے کنارے (اعمال ۱۶: ۱۳)۔ قید خانہ میں (اعمال ۱۶: ۲۵) چوک میں (اعمال ۱۷: ۱۷)۔ اریوپگس کے بیچ میں (اعمال ۱۷: ۲۲)۔ ایک مدرسہ میں (اعمال ۱۹: ۹) بالاخانہ پر (اعمال ۲۰: ۸)۔ سیڑھیوں پر (اعمال ۲۱: ۴۰) صدرِ عدالت میں (اعمال ۲۲: ۳۰)۔ دیوانخانہ میں (اعمال ۲۵: ۶، ۲۳)۔ جہاز پر (اعمال ۲۷ باب) اور روما میں کرایہ کے گھر میں (اعمال ۲۸: ۳۰) تعلیم دی۔ اُس نے علانیہ (اعمال ۲۰: ۲۰، ۱۸: ۲۸) تنہائی میں (گلتیوں ۲: ۲)

اور گھر گھر (اعمال ۲۰: ۲۰) سکھایا۔ وہ افراد (اعمال ۲۶: ۲۷) ہجوم (اعمال ۱۴: ۱۱) آدمیوں کے گروہوں (اعمال ۱۵: ۴) عورتوں کے گروہوں (اعمال ۱۶: ۱۳) اور مخلوط گروہوں (اعمال ۲۱: ۵) کو تعلیم دیتا تھا۔ وہ خصوصاً یہودی سبت کے دن (اعمال ۱۳: ۱۴) ہفتہ کے پہلے دن (اعمال ۲۰: ۷)۔ صبح سے شام تک (اعمال ۲۸: ۲۳)۔ آدھی رات تک (اعمال ۱۶: ۲۵، ۲۰: ۷)۔ اور پو پھٹنے تک (اعمال ۲۰: ۱۱) تعلیم دیتا تھا۔ جن گروہوں کو وہ تعلیم دیتا تھا۔ اُن گروہوں میں عبرانی (اعمال ۱۳: ۱۶، ۱۹: ۱۰، ۲۲: ۱) یونانی (اعمال ۱۷: ۱۶) رومی (اعمال ۲۸: ۳۰)۔ اجنبی (اعمال ۲۸: ۱)۔ دوست (اعمال ۲۰: ۷ ۔ ۳۷)۔ دشمن (اعمال ۲۳: ۱ ۔ ۱۰)۔ پردیسی (اعمال ۱۷: ۲۰)۔ فیلسوف (اعمال ۱۷: ۱۸)۔ غیب دان (اعمال ۱۶: ۱۶) وکیل (اعمال ۲۴: ۱)۔ داروغے (اعمال ۱۶: ۱۹ ۔ ۳۴)۔ قیدی (اعمال ۱۶: ۲۵)۔ غلام (فلیمون ۱۰ آیت)۔ بیمار (اعمال ۱۴: ۸)۔ سپاہی (اعمال ۲۸: ۱۶)۔ جہازران (اعمال ۲۷: ۲۱)۔ خدا پرست عورتیں (اعمال ۱۳: ۵۰)۔ عزّت دار عورتیں (اعمال ۱۳: ۵۰، ۱۷: ۱۲)۔ محنتی عورتیں (اعمال ۱۶: ۱۴)۔ حکمران (اعمال ۱۳: ۷)۔ مجسٹریٹ (اعمال ۱۶: ۳۵ اور اگلی آیات)۔ گورنر (اعمال ۲۳: ۳۳، ۲۴: ۱۰)۔ ایک بادشاہ اور ایک ملکہ (اعمال ۲۵: ۱۳) شامل تھے۔ اس کی زندگی یکے بعد دیگرے تعلیمی تجربات پر مشتمل تھی۔ جب کبھی اُسے موقعہ ملتا۔ جہاں کہیں وہ جاتا اور جس کسی کو ملتا وہ تعلیم دینے میں مصروف رہتا۔ وہ ایک عالمگیر اُستاد

تھا۔ اگرچہ اُس کی زبان کی آواز صدیوں سے بند ہے۔ تاہم اس کی آواز کی گونج دنیا میں ہنوز صفائی سے سُنائی دے رہی ہے گو وہ آسمان پر جا چکا ہے۔ تاہم وہ ہم سے ہمکلام ہے۔

لیکن اس شخص کے اندر کون سی باتیں پائی جاتی تھیں۔ جنہوں نے اُسے بطور اُستاد اتنی عظمت دی؟ بہ الفاظ دیگر اُس کے معلّمانہ اوصاف کیا تھے؟

وہ آدمیوں کو جانتا تھا۔ اُسے انسانی فطرت کا پورا علم تھا۔ وہ انفرادی اور نسلی اختلافات کو پہچانتا تھا۔ وہ مختلف طبائع میں امتیاز کرنے کی استعداد رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مختلف لوگوں کو مختلف طریقوں سے تعلیم دیتا تھا۔ مثلاً اُسنے تعصّب رفع کرنے اور اپنی طرف ایک خوشگوار رویّہ پیدا کرنے کے لئے یہودیوں کے درمیان اُس تواریخ کو استعمال کیا جو انہیں نہایت عزیز تھی (اعمال ۱۳: ۱۶-۴۱)
اُس نے انہیں راغب کرنے کے لئے وہ زبان اور رسومات استعمال کیں، جن سے وہ بہت محبّت رکھتے تھے (اعمال ۲۱: ۴۰)
اُس نے وقار حاصل کرنے کے لئے اپنے اُستاد کا نام استعمال کیا۔ اور اُن کی توجّہ کو اپنی تعلیم کی طرف لگایا (اعمال ۲۲: ۳)
اُس نے لوگوں کو جیتنے اور اپنے حق میں جھگڑا پیدا کرنے کیلئے اپنے فریسیانہ تعلّق کو استعمال کیا (اعمال ۲۳: ۶-۱۰)
اُس نے اپنے متعلّق غلط فہمیوں کو درست کرنے کے لئے اپنے شخصی تجربہ

سے اقتباس پیش کیا (گلتیوں ۱: ۱۲-۲۴؛ ۲: ۱-۲۱)۔ رومیوں کے درمیان اُس نے شہریت حاصل کرنے (اعمال ۱۶: ۳۷-۴۰)۔ ہمدردی قائم کرنے (اعمال ۲۲: ۲۵-۲۹) اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے (اعمال ۲۵: ۱۰-۱۲؛ ۲۸: ۱۹) اپنی شہریت کی صداقت کو استعمال کیا۔ یونانیوں کے ہجوم میں اپنی "نئی تعلیم" کے متعلّق استدلال کرنے سے اُس نے اُن کی حیرت کو متاثر کیا۔ چنانچہ وہ اس کی تعلیم سُننے لگے۔ تب اُس نے اپنی تقریر کو اُن کے طریقہ سوچ و بچار کے موافق بنایا اور اُن کی دلچسپی کو جیت لیا۔ اور اُن کے لٹریچر سے اقتباس کر کے اپنے نقطہ کے لئے تیار کر دیا (اعمال ۱۷: ۱۶-۳۴) وہ آدمیوں کے لئے سب کچھ بننے کا طریقہ سیکھ چکا تھا۔ (۱ کرنتھیوں ۹: ۱۹-۲۲)۔ فی الحقیقت یہ ایک حقیقی اُستاد کا امتیازی وصف ہے۔

پولس نہ صرف آدمیوں کا گہرا علم رکھتا تھا بلکہ جو کچھ وہ سکھاتا تھا وہ اُسے خود بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ اپنے مضمون میں ماہر تھا۔ ایک لاثانی تجربہ نے اس کے مضمون کے مواد کو اس کی زندگی میں صاف و شفاف کر رکھا تھا۔ ہم پیشتر ازیں دیکھ چکے ہیں۔ کہ عبرانی بائبل اُس کی تعلیم کا مرکز تھی۔ اُس کا تمام علم اُسی میں مرکوز تھا۔ دمشق کی سڑک پر اُس کے تجربہ نے ایک "شخص" کو اُس مرکز میں ڈال دیا تھا۔ اس وقت سے لے کر پولُس کے لئے مسیح تمام زندگی اور تمام تعلیم کا دل تھا۔

"مسیح انجام ہے کیونکہ مسیح آغاز ہے
مسیح آغاز ہے کیونکہ مسیح اب ہے"

وہ اُس علم کو سکھانے کے لئے باہر نکل آیا۔ جسے وہ شخصی طور پر حاصل کر چکا تھا۔ وہ نہ صرف اُس علم کے متعلق جانتا تھا۔ بلکہ وہ اُس علم کو خوب جانتا تھا۔ اس کا کیا ثبوت ہے؟ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اُس کی تقریر میں قابلیت اور اختیار پایا جاتا تھا۔ وہ اپنے حافظہ سے اقتباس کرنے کی استعداد رکھتا تھا۔ اور وہ اپنی تقریر میں تواریخی حقائق کو اُن کی روشنی میں ایک دوسرے کے ساتھ ملحق کر دیتا تھا۔ (اعمال ۱۳: ۱۶-۴۱) وہ اُن حقائق کی صحیح طور پر تشریح کرنے کا دعویٰ کرتا تھا۔ (اعمال ۱۳: ۵۴، ۶۴، ۲ کرنتھیوں ۱۰: ۱۱، ۸) وہ عہدِ عتیق کی عظیم ہستیوں کے لگاتار حوالہ جات دیا کرتا تھا۔ جن میں ابراہیمؑ (رومیوں ۴ باب؛ گلتیوں ۳: ۵-۲۰؛ ۴: ۲۱-۳۱) موسیٰؑ (۲ کرنتھیوں ۳: ۱۲-۱۸؛ اعمال ۱۳: ۳۹)۔ داؤدؑ (اعمال ۱۳: ۲۲، ۳۴، ۳۶؛ رومیوں ۴: ۶) اور انبیاءؑ (اعمال ۲۸: ۲۳) شامل تھے۔

وہ مسیح کا علم رکھتا تھا۔ وہ دعویٰ کرتا تھا۔ کہ یہ علم اُسے براہِ راست ایک شخصی تجربہ سے ملا ہے۔ اُس کا منبع الٰہی ہے۔ وہ اُس کا شخصی علم تھا۔ اور مؤثر تھا (گلتیوں ۱: ۱۲) وہ جانتا تھا۔ کہ وہ کس بات کے متعلق بول رہا ہے!

پولوسؑ رسول اُستاد کے کام کا بھی صحیح تصوّر رکھتا تھا۔ اُس کے اِس تصوّر میں آدمیوں کا علم اور مضمون کا مواد اہم حیثیت رکھتے تھے۔ اُس نے کہا کہ کلیسیائی راہنماؤں کو "تعلیم دینے کے لائق ہونا چاہیئے" (۱ تیمتھیس ۳: ۲؛ ۲ تیمتھیس ۲: ۲۴) اُسے اس بات سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا۔

کہ قابلِ نمونہ اُستاد میں وہ خوبیاں ہونی چاہئیں جو اُسے اُستاد بنائیں یعنی وہ پختگی اور معقولیّت کے ساتھ اپنے اعتقادات کی پابندی کرے اور اس میں ہنرمندی، استعداد اور استقلال ہو۔ اُس کا تصوّر اُستاد اور اسکی تعلیم اُس کے اندر ایک خاص شخصیّت بن چکے تھے۔ چنانچہ اُس نے کہا کہ: "تم میری مانند بنو جیسا میں مسیح کی مانند بنتا ہوں۔" (۱ کرنتھیوں ۱۱: ۱)

علماء نے اُس کی جسمانی صحت کے متعلق بہت قیاس آرائیاں کی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اُس نے گلتیہ کے لوگوں کو "پہلی دفعہ جسم کی کمزوری کے سبب سے تم کو خوشخبری سُنائی تھی" (گلتیوں ۴: ۱۳)۔ لیکن لُسترہ میں جو گلتیہ کا ایک شہر تھا۔ لوگوں نے اُسے اُس کی فصاحت کے باعث یونانی دیوتا ہرمیس سمجھا (اعمال ۱۴: ۱۲)۔ کرنتھس میں اُس کے دشمنوں نے اُس کے متعلق کہا کہ "وہ کمزور سا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کی تقریر لچر ہے۔" (۲ کرنتھیوں ۱۰: ۱۰)۔ لیکن اتھینے کے پڑوسی شہر میں غیر متعصب پردیسی اور اتھینوی اُسے چوک میں لے گئے۔ اور اس کی تعلیم کو سرگرمی سے سُنا۔ یہ سچ ہے۔ کہ اُس کے "جسم میں کانٹا چبھویا گیا۔" ہم پورے وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ کانٹا کیا تھا۔ اس کے متعلق بہت قیاس آرائیاں ہوئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سر درد کی بیماری تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ دانت کا درد تھا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ ملیریا بخار تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ہسٹریا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ایذا تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ روحانی آزمائشیں تھیں۔ تاہم اُس نے اسی کمزوری

کو بھی لوگوں کے سامنے بحیثیت اُستاد مؤثر سبق سکھانے کے لئے استعمال کیا۔ اس کمزوری نے کرنتھس کے دُکھیوں کو اُس کے ساتھ ایک کر دیا۔ اس کمزوری نے دُنیا بھر کے دُکھیوں کے ساتھ ہمدردی کے ایک عجیب رشتہ میں باندھ دیا۔ اس کمزوری سے اُس نے لوگوں کو ایمان اور تسلی کا سبق سکھایا ہے۔ اس کمزوری سے اُس نے دنیا کو صبر سے دُکھ اُٹھانے کی عظمت کا سبق دیا ہے۔ وہ اپنی تعلیم میں اپنی کمزوریوں کو مؤثر اسباق بنانا جانتا تھا۔

اس کے علاوہ جب ہم اُس کی ایذاؤں، مشکلات، خطرات، سفروں اور محنتوں اور "سب کلیساؤں کی فکر" پر غور کرتے ہیں۔ تو نہایت مؤثر نتیجہ برآمد ہوتا ہے (۲ کرنتھیوں ۱۱: ۱۶-۳۳)۔ ان حقائق کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ پولُس کا جسم نکما اور بیکار نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک غیر معمولی جسمانی توانائی کا مالک تھا۔ وہ جسمانی برداشت کی حیرت انگیز قوتیں رکھتا تھا۔ وہ ایک مسیحی سمسون تھا۔ اُس نے جسمانی طاقت اور برداشت کا ایسا مظاہرہ کیا ہے۔ جس کی مثال انسانی تواریخ میں مفقود ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ اس کی آواز کس قسم کی تھی۔ لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں۔ کہ اس کی آواز نہایت مؤثر تھی۔ اس بات کی صداقت اعمال کی کتاب میں عیاں ہے۔ اُس کی آواز میں اعتماد (اعمال ۱۳: ۴۶؛ ۲ کرنتھیوں ۳: ۱۲؛ ۷: ۴) اور جرأت اور قائل کرنے کی قوت (اعمال ۲۶: ۲۸) پائی جاتی تھی۔ بعض اوقات اُس کی آواز تیز ہو جاتی اور گونج اُٹھتی۔

(اعمال ۱۳: ۳-۴)۔ بعض اوقات وہ بلند ہو جاتی اور حکم دیتی (اعمال ۱۴: ۱۰)۔ پولُس کی بینائی اُسے تکلیف دیتی تھی۔ لیکن اس کی آنکھ حکمرانی کرنے والی طاقت رکھتی تھی۔ اس کی نظر دقیقہ رس، باریک بین اور جاذب توجہ تھی۔ ہم اس کی آنکھ کو ایک بولنے والی آنکھ کہہ سکتے ہیں۔ اس کی آنکھ دیکھتی اور بولتی تھی۔

پولُس کو اپنے ساتھیوں یوحنا مرقس (اعمال ۱۳: ۱۳؛ ۱۵: ۳۸)، برنباس (اعمال ۱۵: ۳۷-۴۰)، اور پطرس (گلتیوں ۲: ۱۱-۲۱) کی طرف سے مشکلات پیش آئیں۔ لیکن وہ عقلِ سلیم سے اُن مشکلات پر غالب آیا۔ یہاں اساتذہ کے لئے یہ سبق ہے کہ وہ بھی پولُس کی طرح ایسی مشکلات کو دانشمندانہ طور پر رفع کرنے کی جستجو کیا کریں۔

پولُس کی ذہنی قابلیت افضل تھی۔ دماغی افضلیت کی جانچ تین چیزوں سے کی جاتی ہے یعنی جدت۔ دقیقہ رسی اور فیصلہ کی صحت مندی۔ پولُس کی سوچ و بچار میں یہ تینوں خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

پولُس رسول کی جدت اُس کی تعلیم میں نہیں بلکہ اُس کے سوچ و بچار میں پائی جاتی ہے۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا۔ کہ اس کی خوشخبری اُسے مکاشفہ سے ملی ہے۔ تاہم اُس نے سینکڑوں ایسے خیالات پیش کئے۔ جو پہلے کسی نے پیش نہیں کئے تھے۔ وہ عمر بھر سچائی کی تلاش اور جستجو میں مصروف رہا اور اُس کے غیر معمولی ذہین دماغ نے اُس سچائی کو پڑھانے کے قابل بنا دیا یہ اُسکی طرزِ تحریر تھی۔ لوگوں نے پولُس کی طرزِ تحریر کی امتیازی خصوصیات پر بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن اُن لوگوں کے بیانات کا خلاصہ ان دو الفاظ میں پایا جاتا

ہے۔ "گہری انفرادیت"۔ لیکن اس انفرادیت کی ماہیت کو بیان کرنا نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ پولس میں صحیح محبت کی معموری۔ ربانہ ادراک کی گہرائی اور پرانی قوتِ ارادی عجیب طور پر غلط ملط ہو چکی تھیں۔ جدت۔ دقیقہ رسی اور فیصلہ کی عقلمندی اُس کے خیال سے خارج ہو کر اُس کی طرزِ تحریر میں ظاہر ہوتی تھی۔

پولس نہ صرف اعلیٰ پایہ کی دماغی قابلیت رکھتا تھا۔ بلکہ وہ افضل جذباتی خصوصیات بھی رکھتا تھا۔ اس کی فصاحت نہ صرف خیال کے ساتھ چمکتی ہے بلکہ احساس کے ساتھ گرم بھی ہے۔ اُس کے احساس کی شدت اُسے دوسروں کے تجربات میں داخل کر دیتی تھی۔ اس کی شخصی ہمدردی کا چشمہ دوسروں تک کثرت سے بہتا تھا۔ وہ تواریخ میں جذباتی قسم کے رہنماؤں میں بلند درجہ رکھتا ہے۔

پولس میں عملی اوصاف بھی پائے جاتے تھے۔ وہ غیر معمولی طور پر عامل واقع ہوا تھا۔ وہ نہ صرف عامل بلکہ اہلِ فکر بھی تھا۔ ....
.... وہ نہ صرف اپنے دماغ سے کام کرتا تھا۔ بلکہ وہ اپنے ہاتھوں سے بھی کام کرتا تھا۔ .... اس کا تکیہ کلام یہ تھا۔ کہ "میں صرف یہ کرتا ہوں"۔ وہ مقصد کی وسعت رکھتا تھا۔ اُس نے گواہی دی کہ وہ "غیر قوموں۔ بادشاہوں اور بنی اسرائیل" کے سامنے خوشخبری سنانے کے لئے مقرر ہوا ہے۔ (اعمال ۹: ۱۵؛ ۲۲: ۲۱؛ ۲۶: ۱۷؛ رومیوں ۱۱: ۱۳؛ ۱۵: ۱۶) اس کی وسعتِ نظری "تمام قوموں" پر حاوی تھی۔ اُس نے اسپانیہ میں بھی جانے کا ارادہ کیا۔ "مگر چونکہ اب ان ملکوں میں جگہ باقی نہیں رہی اور بہت برسوں سے تمہارے پاس آنے کا مشتاق بھی ہوں

اس لئے جب اسپانیہ کو جاؤں گا۔ تو تمہارے پاس ہوتا ہوا جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے اُمید ہے کہ اسی سفر میں تم سے ملوں گا۔ اور جب تمہاری صحبت سے کسی قدر میرا جی بھر جائے گا۔ تو تم مجھے اُس طرف روانہ کر دو گے" (رومیوں ۱۵: ۲۳، ۲۴) وہ اپنے مقصد میں ایمان رکھتا تھا (۲ تیمتھیس ۴: ۶) اور اُس نے اپنے مقصد کی تکمیل میں دوسروں کو شریک کرنے کے لئے اپنی تمام زندگی گزار دی۔ وہ مقصد کی پختگی رکھتا تھا۔ وہ اپنے اور اپنے مقصد کی تکمیل کے درمیان کسی رکاوٹ کو بھی ناقابلِ عبور نہیں سمجھتا تھا (اعمال ۲۰: ۱۶، ۲۲-۲۴؛ ۲۷: ۲۱-۲۶) - وہ آہنی ارادہ رکھتا تھا۔

تیسرا باب

بحیثیتِ اُستاد پولُس رسُول کے اغراض و مقاصد

اِس کتاب کے باقی تمام ابواب کی طرح اس باب میں بھی ہماری بڑی دلچسپی پولُس کی تعلیم کی بجائے پولُس بحیثیت اُستاد میں ہے۔ ہم اس باب میں اُن مقاصد کے ذریعہ سے جو اُس کی تعلیم کے محرک تھے۔ اس کا بحیثیت اُستاد مطالعہ کریں گے۔

مقصد۔ منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پہلے پیش بینی کو مقصد کہتے ہیں۔ چنانچہ افسیوں کے خط کا مضمون کلیسیاء ہے اور اس خط میں تمام عالم کلیسیاء کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایک ایسی تعلیم پائی جاتی ہے۔ جو پولُس رسُول کے بحیثیت اُستاد مقاصد کو منعکس کرتی ہے یعنی اُن مقاصد کو جن کے لئے وہ اپنے تعلیمی تجربہ میں محنت کرتا تھا۔

یہ تعلیم افسیوں ۴: ۱۱-۱۶ میں پائی جاتی ہے۔ مرقوم ہے کہ "اُسی نے بعض کو رسُول اور بعض کو نبی اور بعض کو مبشر اور بعض کو چرواہا اور اُستاد بنا کر دے دیا۔ تاکہ مقدّس لوگ کامل بنیں اور خدمت گزاری کا کام کیا جائے۔ اور مسیح کا بدن ترقی پائے۔ جب تک ہم سب کے سب خدا کے بیٹے کے ایمان اور اس کی پہچان میں ایک نہ ہو جائیں اور کامل انسان نہ بنیں یعنی مسیح کے پورے قد کے اندازہ تک نہ پہنچ جائیں۔ تاکہ ہم آگے کو بچے نہ رہیں۔ اور آدمیوں

کی بازیگری اور مکاری کے سبب سے اُن کے گمراہ کرنے والے منصوبوں کی طرف ہر ایک تعلیم کے جھوکے سے موجوں کی طرح اُچھلتے بہتے نہ پھریں بلکہ محبت کے ساتھ سچائی پر قائم رہ کر اور اُس کے ساتھ جو سر ہے یعنی مسیح کے ساتھ پیوستہ ہو کر ہر طرح سے بڑھتے جائیں۔ جس سے سارا بدن ہر ایک جوڑ کی مدد سے پیوستہ ہو کر اور گٹھ کر اُس تاثیر کے موافق جو بقدرِ ہر حصہ ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو بڑھاتا ہے تاکہ محبت میں اپنی ترقی کرتا جائے۔"

اِن آیات سے صاف ظاہر ہے کہ مسیحی تعلیم کے مندرجہ ذیل مقاصد یا نشانہ جات ہونے چاہئیں:۔

اِخلاقی مقصد:۔ چرواہے اور اُستاد کو پاکیزہ اخلاق کا نمونہ ہونا چاہیئے: "تاکہ مقدّس لوگ کامل بنیں"۔

معاشرتی مقصد:۔ چرواہے اُستادوں کو چاہیئے کہ وہ خدمت کو ترقی دیں۔ "خدمت گزاری کا کام کیا جائے"۔

دماغی مقصد:۔ چرواہے اُستادوں کو چاہیئے۔ کہ وہ خدا کے بیٹے کے ایمان اور اُس کی پہچان میں یکو ایکمکرنے کی کوشش کریں۔ "جب تک ہم سب کے سب خدا کے بیٹے کے ایمان اور اُس کی پہچان میں ایک نہ ہو جائیں"۔

رُوحانی مقصد:۔ چرواہے اُستادوں کو چاہیئے۔ کہ وہ آدمیوں کو مسیح کی طرف راغب کریں۔ جو انسانیت کا معیار اور قوت ہے۔ "اور جب تک ہم کامل انسان نہ بنیں یعنی مسیح کے پورے قد کے اندازہ تک نہ پہنچ جائیں"۔

عملی مقصد:۔ چرواہے اُستادوں کو چاہیئے کہ وہ سچائی کی پیروی کرنے کے

بچپن کی خام مزاجی اور ارادوں کی تربیت کریں ۔ تاکہ ہم آگے کو بچے نہ رہیں۔ اور آدمیوں کی بازیگری اور مکاری کے سبب سے اُن کے گمراہ کرنے والے منصوبوں کی طرف ہر ایک تعلیم کے جھوکے سے موجوں کی طرح اُچھلتے بہتے نہ پھریں۔"

۲۔ جذباتی مقصد :۔ چرواہے اُستادوں کو چاہیئے کہ وہ تمام مسیحیوں میں محبت کی ترقی کی تلاش اور جستجو کریں ۔ تاکہ وہ اس محبت میں اپنی ترقی کرتا جائے

ہم پھر دہراتے ہیں۔ کہ یہ مقاصد اور نشانہ جات ان آیات میں محض منعکس ہوتے ہیں۔ فی الاصل ان آیات میں اتحاد کی تلقین کی گئی ہے۔ اور واقعی یہ عجیب بات ہے کہ یہ مقاصد ایسے بیان میں پائے جاتے ہیں۔ جس میں معلمیت کے اوصاف ظاہر کرنا مقصود نہ تھا۔ لیکن پولس رسول جس چیز کی تعلیم دیتا تھا۔ وہ اس پر عمل بھی کرتا تھا۔ "پس تو جو اوروں کو سکھاتا ہے؟ اپنے آپ کو کیوں نہیں سکھاتا" (رومیوں ۲: ۲۱) ان مقاصد کو جنہیں اُس نے چرواہے استادوں کے سامنے رکھا یہی وہ مقاصد تھے۔ جن کے لئے وہ بحیثیت استاد خود کوشش کیا کرتا تھا۔

فی الحقیقت بحیثیت اُستاد پولس رسول کا ایک ہی مقصد تھا۔ یہ مقصد مرکزی اور لاثانی تھا۔ تاہم زندگی کی طرح اس مقصد کے بہت پہلو تھے۔ پولس رسول تمام زندگی اور تعلیم کو مذہب کا دل سمجھتا تھا۔ اور اس کے خیال میں حقیقی مذہب کا دل مسیح ہے۔

اُس کے تجربات جو اعمال کی کتاب میں مندرج ہیں۔ اور بالخصوص اُس کے خطوط کے عملی اور نصیحت آمیز حصص اُس کے مقاصد سے معمور ہیں۔ ان اغراض و مقاصد میں ہم اِس عظیم اُستاد کی حرکتِ قلب کو محسوس کر سکتے ہیں۔

ان سے اس کی اپنی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان مقاصد سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پولس رسول واقعی ایک عظیم اُستاد تھا۔

اب ہم اُن مقاصد پر غور کریں گے جن کے لئے پولس رسول کوشاں اور مصروف رہتا تھا۔ وہ مقاصد حسب ذیل تھے :۔

۱۔ اخلاقی مقصد :۔

پولس رسول کا مقصد اخلاقی کاملیت تھا۔ وہ لوگوں کے اخلاق کو کامل بنانا چاہتا تھا۔ اُس نے اپنی تعلیم میں چال چلن کے مندرجہ ذیل عناصر پیش کئے :۔

محبت :۔ "برادرانہ محبت سے آپس میں ایک دوسرے کو پیار کرو۔" (رومیوں ۱۲: ۹)

سچ :۔ "پس جھوٹ بولنا چھوڑ کر ہر ایک شخص اپنے پڑوسی سے سچ بولے۔" (افسیوں ۴: ۲۵)

نیکی :۔ "ہر وقت نیکی کے درپے رہو۔" (۱۔ تھسلنیکیوں ۵: ۱۵)

مہمان نوازی :۔ "مقدسوں کی احتیاجیں رفع کرو۔ مسافر پروری میں لگے رہو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۳)

پرہیزگاری :۔ "اور شراب میں متوالے نہ بنو۔ کیونکہ اس سے بدچلنی واقع ہوتی ہے۔ بلکہ رُوح سے معمور ہوتے جاؤ۔" (افسیوں ۵: ۱۸)

محنت :۔ "اور جس طرح ہم نے تم کو حکم دیا۔ چپ چاپ رہنے اور اپنا کاروبار کرنے اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنے کی ہمت کرو۔ تاکہ

باہر والوں کے ساتھ شائستگی سے برتاؤ کرو۔ اور کسی چیز کے محتاج نہ ہو۔
(۱ تھسلنیکیوں ۴: ۱۱، ۱۲)

صبر و تحمل:۔ "سب کے ساتھ تحمل سے پیش آؤ۔" (۱ تھسلنیکیوں ۵: ۱۴)

فرمانبرداری:۔ "اے فرزندو! ہر بات میں اپنے ماں باپ کے فرمانبردار رہو۔"
(کلسیوں ۳: ۲۰)

تقلید المسیح:۔ "خداوند یسوع مسیح کو پہن لو۔" (رومیوں ۱۳: ۱۴)۔
(اس آیت نے آگسٹین کی زندگی کو تبدیل کر دیا)

نرم مزاجی:۔ "تمہاری نرم مزاجی سب آدمیوں پر ظاہر ہو۔" (فلپیوں ۴: ۵)

ہمدردی:۔ "خوشی کرنے والوں کے ساتھ خوشی کرو۔ رونے والوں کیساتھ روؤ۔" (رومیوں ۱۲: ۱۵)

سرگرمی:۔ "کوشش میں سستی نہ کرو" (رومیوں ۱۲: ۱۱)

وقت شناسی:۔ "وقت کو غنیمت سمجھو۔" (افسیوں ۵: ۱۶)

حلم:۔ "اپنے آپ کو عقلمند نہ سمجھو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۶)

وفاداری:۔ "میرے لئے خدا سے دعائیں کرنے میں میرے ساتھ مل کر جانفشانی کرو۔" (رومیوں ۱۵: ۳۰)

استقلال:۔ "جو تمہیں ستاتے ہیں اُن کے واسطے برکت چاہو۔ برکت چاہو۔ لعنت نہ کرو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۴)

رحم:۔ "بدی کے عوض بدی نہ کرو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۷)

معافی:۔ "غصہ تو کرو۔ مگر گناہ نہ کرو۔ سورج کے ڈوبنے تک تمہاری خفگی

نہ رہے۔" (افسیوں ۴: ۲۶)

اُمید:۔ "اُمید میں خوش رہو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۲)

خوشی:۔ "خداوند میں ہر وقت خوش رہو۔ پھر کہتا ہوں کہ خوش رہو۔" (فلپیوں ۴: ۴)

شکر گزاری:۔ "ہر ایک بات میں شکر گزار رہو۔" (۱ تھسلنیکیوں ۵: ۱۸)

فروتنی:۔ "عزت کے رو سے ایک دوسرے کو بہتر سمجھو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۰)

روحانیت:۔ "روحانی جوش میں بھرے رہو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۱)

دعا گوئی:۔ "دعا میں مشغول رہو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۳)

میل ملاپ:۔ "جہاں تک ہو سکے تم اپنی طرف سے سب آدمیوں کے ساتھ میل ملاپ رکھو۔" (رومیوں ۱۲: ۱۸)

خود ضبطی:۔ "بدی سے مغلوب نہ ہو۔ بلکہ نیکی کے ذریعہ سے بدی پر غالب آؤ۔" (رومیوں ۱۲: ۲۱)

اس فہرست میں اور بھی اخلاقی اوصاف کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ معاشرتی مقصد:۔

ہم پولس رسول کی تعلیمات میں معاشرتی مقصد بھی دیکھتے ہیں۔ اُس نے مندرجہ ذیل باتوں میں معاشرتی تعلقات کو پاکیزہ بنانے کی جستجو کی:۔

اچھی شہریت:۔ "ہر شخص اعلےٰ حکومتوں کا تابعدار رہے ..... جو کوئی حکومت

کا سامنا کرتا ہے۔ وہ خدا کے انتظام کا مخالف ہے اور جو مخالف ہیں
وہ سزا پائیں گے …… سب کا حق ادا کرو۔ جس کو خراج چاہیئے۔
خراج دو۔ جس کو محصول چاہیئے محصول۔ جس سے ڈرنا چاہیئے اُس
سے ڈرو۔ جس کی عزت کرنا چاہیئے۔ اُس کی عزت کرو" (رومیوں ۱۳: ۱-۷)

اچھی اخلاقیات:- "یہ باتیں کہ زنا نہ کر۔ خون نہ کر۔ چوری نہ کر۔ لالچ نہ کر۔ اور ان
کے سوا اور جو کوئی حکم ہو۔ اُن سب کا خلاصہ اس بات میں پایا جاتا
ہے۔ کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ" (رومیوں ۱۳: ۹)

دوسروں کے جذبات کا احترام:- "پس آئندہ کو ہم ایک دوسرے پر الزام نہ
لگائیں۔ بلکہ تم یہی ٹھان لو۔ کہ کوئی اپنے بھائی کے سامنے وہ چیز نہ
رکھے جو اُس کے ٹھوکر کھانے یا گرنے کا باعث ہو" (رومیوں ۱۴: ۱۳)

پڑوسی:- "غرض ہم زور آوروں کو چاہیئے کہ ناتوانوں کی کمزوریوں کی رعایت
کریں۔ نہ کہ اپنی خوشی کریں۔ ہم میں ہر شخص اپنے پڑوسی کو اُس کی بہتری
کے واسطے خوش کرے۔ تاکہ اس کی ترقی ہو" (رومیوں : ۱: ۱-۲)

تفرقہ بازی:- "میں تم سے التماس کرتا ہوں۔ کہ سب ایک ہی بات
کہو۔ اور تم میں تفرقے نہ ہوں۔ بلکہ باہم یک دل اور یک رائے ہو کر
کامل بنے رہو" (۱ کرنتھیوں ۱: ۱۰)

جماعتی رقابت:- "ایک کی تائید میں دوسرے کے برخلاف شیخی
نہ مارو" (۱ کرنتھیوں ۴: ۶)

اچھی صحبت:- "اُس شریر آدمی کو اپنے درمیان سے نکال دو" (۱ کرنتھیوں ۵: ۱۳)

مقدمہ بازی:- "کیا تم میں سے کسی کو جرأت ہے۔ کہ جب دوسرے کے
ساتھ مقدمہ ہو۔ تو فیصلہ کے لئے بے دینوں کے پاس جائے اور مقدسوں
کے پاس نہ جائے؟ لیکن دراصل تم میں بڑا نقص یہ ہے۔ کہ آپس
میں مقدمہ بازی کرتے ہو۔ ظلم اُٹھانا کیوں نہیں بہتر جانتے؟ اپنا
نقصان کیوں نہیں قبول کرتے؟" (۱ کرنتھیوں ۹: ۱، ۷)

محنت مزدوری:- "جسے محنت کرنا منظور نہ ہو وہ کھانے بھی نہ پائے۔ ہم
سنتے ہیں۔ کہ تم میں بعض بے قاعدہ چلتے ہیں۔ اور کچھ کام نہیں کرتے
بلکہ اوروں کے کام میں دخل دیتے ہیں۔ ایسے شخصوں کو ہم خداوند یسوع
مسیح میں حکم دیتے اور نصیحت کرتے ہیں۔ کہ چپ چاپ کام کر کے
اپنی ہی روٹی کھائیں" (۲ تھسلنیکیوں ۳: ۱۰-۱۲)

"اے بھائیو! تم کو ہماری محنت اور مشقت یاد ہوگی کہ ہم نے تم میں سے
کسی پر بوجھ ڈالنے کی غرض سے رات دن محنت مزدوری کر کے تمہیں
خدا کی خوشخبری کی منادی کی" (۱ تھسلنیکیوں ۲: ۹)

اچھے معاشرتی تعلقات کی اور بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

۳۔ دماغی مقصد:-

پولس رسول کا دماغی مقصد بھی صاف ظاہر ہے۔ اس کے سامنے ہمیشہ
یہ مقصد رہتا تھا۔ کہ وہ دماغ کو علم سے منور کرے۔ اور سمجھ کو بیدار کرے
اور قوتِ استدلال کو متحرک کرے اور قوتِ فیصلہ کو تیز کرے۔ وہ اس مقصد

کو "سمجھا سمجھا کر" (اعمال ۲۸: ۲۳)۔ نصیحت کر کے (اعمال ۲۰: ۱-۲)۔ بحث کر کے (اعمال ۹: ۲۹)۔ کلام کرنے سے (اعمال ۲۰: ۷) بیان کرنے سے (اعمال ۲۰: ۲۰)۔ مفصل بیان کرنے سے (اعمال ۲۱: ۱۹) اور جواب دینے سے (اعمال ۲۴: ۱۰) پورا کرتا تھا۔

پولس رسول دماغ کو پاکترین اور اعلیٰ ترین خیالات کی طرف مبذول کیا کرتا تھا۔ "غرض اے بھائیو! جتنی باتیں سچ ہیں اور جتنی باتیں شرافت کی ہیں۔ اور جتنی باتیں واجب ہیں اور جتنی باتیں پاک ہیں اور جتنی باتیں پسندیدہ ہیں۔ اور جتنی باتیں دلکش ہیں۔ غرض جو نیکی اور تعریف کی باتیں ہیں۔ اُن پر غور کیا کرو۔" (فلپیوں ۴: ۸) تاہم وہ قیاس آرائی کے خلاف متنبہ اور آگاہ کیا کرتا تھا۔ "جس علم کو علم کہنا ہی غلط ہے اُس کی بیہودہ بکواس اور مخالفتوں پر توجہ نہ کر۔" (۱-تیمتھیس ۶: ۲۰) "بیہودہ اور بوڑھیوں کی سی کہانیوں سے کنارہ کر اور دینداری کے لئے ریاضت کر" (۱-تیمتھیس ۴: ۷) اُس کی فریسیانہ قدامت پسندی بھی نمودار ہوتی ہے۔ "لیکن تُو ان باتوں پر جو تُو نے سیکھی تھیں اور جن کا یقین تجھے دلایا گیا تھا یہ جان کر قائم رہ کہ تُو نے انہیں کن لوگوں سے سیکھا تھا۔ اور تُو بچپن سے اُن پاک نوشتوں سے واقف ہے۔ جو تجھے مسیح یسوع پر ایمان لانے سے نجات حاصل کرنے کے لئے دانائی بخش سکتے ہیں۔" (۲-تیمتھیس ۳: ۱۴-۱۵) اُسے خیال کی صحت اور مستعدی میں تربیت دینا مقصود تھا: "تمہیں ہر شخص کو جواب دینا آجائے۔" (کلسیوں ۴: ۶) وہ افراد کو سوچ بچار میں خود مختار بنانے کی بھی کوشش کرتا تھا۔ "کوئی تم کو

بے فائدہ باتوں سے دھوکا نہ دے۔ کیونکہ ان ہی گناہوں کے سبب سے نافرمانی کے فرزندوں پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔" (افسیوں ۵: ۶)

۴۔ رُوحانی مقصد:۔

اُستاد ہونے کی حیثیت میں پولس کا مقصد رُوحانی بھی تھا۔ وہ آدمیوں کو یسوع مسیح پر ایمان لانے اور اُن کو خدا کی رفاقت میں لانے کے ذریعہ سے زندگی کو رُوحانی بنانے کی جستجو کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے، کہ میں خدا کی خوشخبری کی خدمت کاہن کی طرح انجام دُوں تاکہ غیر قومیں نذر کے طور پر رُوح القدس سے مقدس بن کر مقبول ہو جائیں۔ پس میں ان باتوں میں جو خدا سے متعلق ہیں۔ مسیح یسوع کے باعث فخر کر سکتا ہوں" (رومیوں ۱۵: ۱۶-۱۷) اُس نے یہ کام اُن جگہوں میں کرنے کی جستجو کی جہاں کسی اور نے اس کام کو نہیں کیا تھا۔ وہ ایک بشیر تھا: "میں نے یہی حوصلہ رکھا کہ جہاں مسیح کا نام نہیں لیا گیا وہاں خوشخبری سُناؤں تاکہ دوسرے کی بنیاد پر عمارت نہ اٹھاؤں۔" (رومیوں ۱۵: ۲۰) انسانی فطرت کو چھونا اور اس کی تربیت کرنا اس کا نصب العین تھا۔ "ہم روحانی باتوں کا رُوحانی باتوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر نفسانی آدمی خدا کے رُوح کی باتیں قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں۔ اور نہ وہ اُنہیں سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ روحانی طور پر پرکھی جاتی ہیں۔" (۱-کرنتھیوں ۲: ۱۴)

۵۔ عملی مقصد:۔

پولس رسول کا مقصد عملی بھی تھا۔ وہ آدمیوں کو عمل کے لئے حرکت دینے کی جستجو کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی تقریرات اور خطوط میں حکم کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ وہ ارادہ کی پختگی کو بھی اپنا نشانہ بناتا تھا۔ وہ مقصد کی پائیداری قائم کرنے کی سعی و کوشش کرتا تھا۔ "اپنی اور اپنی تعلیم کی خبرداری کر۔ ان باتوں پر قائم رہ کیونکہ ایسا کرنے سے تو اپنی اور اپنے سننے والوں کی بھی نجات کا باعث ہوگا"۔ (۱-تیمتھیس ۴: ۱۶)۔ وہ سچائی کی پیروی کرنے کے لئے مرد اور عورتوں کو تعلیم دینے کی کوشش کرتا تھا۔ "بہرحال جہاں تک ہم پہنچے ہیں۔ اُسی کے مطابق چلیں"۔ (فلپیوں ۳: ۱۶)۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے وہ اپنی تقلید کی دعوت دیتا تھا۔ "جو باتیں تم نے مجھ سے سیکھیں اور حاصل کیں اور سنیں اور مجھ میں دیکھیں۔ اُن پر عمل کیا کرو"۔ (فلپیوں ۴: ۹)

۶۔ جذباتی مقصد:۔

جذباتی مقصد بھی پولس رسول کی مساعی کی رہنمائی کرتا تھا۔ وہ نہ صرف آدمیوں کو صحیح عمل کی تحریک دیتا تھا۔ بلکہ وہ افراد کے احساسات کو بھی ملحوظ خاطر رکھتا تھا۔

خوشی:۔ "ہر وقت خوش رہو" (۱-تھسلنیکیوں ۵: ۱۶)۔ فلپیوں کے نام پولس کا خط خوشی کا خط ہے۔

اطمینان:۔ "کسی بات کی فکر نہ کرو۔ بلکہ ہر ایک بات میں تمہاری درخواستیں دعا اور منت کے وسیلہ سے شکرگزاری کے ساتھ خدا کے سامنے پیش کی جائیں۔ تو خدا کا اطمینان جو سمجھ سے باہر ہے۔ تمہارے دلوں اور خیالوں کو مسیح یسوع میں محفوظ رکھیگا"۔ (فلپیوں ۴: ۶-۷)

محبت:۔ پڑھیئے ۱-کرنتھیوں ۱۳ باب۔ یہ محبت کا باب ہے۔ دنیا میں محبت سب سے بڑی چیز ہے۔

ہمدردی:۔ "خوشی کرنے والوں کے ساتھ خوشی کرو۔ رونے والوں کے ساتھ روؤ"۔ (رومیوں ۱۲: ۱۵)

خاطر جمعی:۔ "خاطر جمع رکھو" (اعمال ۲۷: ۲۲) "اے صاحبو! خاطر جمع رکھو"۔ (اعمال ۲۷: ۲۵) "پھر ان سب کی خاطر جمع ہوئی اور آپ بھی کھانا کھانے لگے"۔ (اعمال ۲۷: ۳۶)

شکرگزاری:۔ "ہر ایک بات میں شکرگزاری کرو"۔ (۱-تھسلنیکیوں ۵: ۱۸)

اُمید:۔ "پس خدا جو اُمید کا چشمہ ہے تمہیں ایمان رکھنے کے باعث ساری خوشی اور اطمینان سے معمور کرے تاکہ رُوح القدس کی قدرت سے تمہاری اُمید زیادہ ہوتی جائے"۔ (رومیوں ۱۵: ۱۳)

بھروسہ:۔ "مجھے اس بات کا بھروسہ ہے کہ جس نے تم میں نیک کام شروع کیا ہے۔ وہ اُسے یسوع مسیح کے دن تک پورا کر دے گا"۔ (فلپیوں ۱: ۶)

پولس رسول موسیقی اور راگ میں بھی دلچسپی رکھتا تھا۔

"کمال دانائی سے آپس میں تعلیم اور نصیحت کرو۔ اور اپنے دلوں میں فضل کے

ساتھ خدا کے لئے مزامیر اور گیت اور روحانی غزلیں گاؤ" (کلسیوں ۳: ۱۶) "آپس میں مزامیر اور گیت اور روحانی غزلیں گایا کرو اور دل سے خداوند کے لئے گاتے بجاتے رہا کرو" (افسیوں ۵: ۱۹) وہ قید اور مصیبت میں بھی اس مقصد کو پورا کیا کرتا تھا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ: "آدھی رات کے قریب پولس اور سیلاس دُعا کر رہے اور خدا کی حمد کے گیت گا رہے تھے۔ اور قیدی سُن رہے تھے۔" (اعمال ۱۶: ۲۵)

۷۔ جسمانی مقصد:۔

پولس رسول نے اُستاد ہونے کی حیثیت سے جسمانی مقصد کی طرف بھی توجہ دی۔ چنانچہ اُس نے کئی آدمیوں کے جسموں کو شفا دی۔ مثلاً اُس نے لُسترہ میں ایک جنم کے لنگڑے کو شفا دی (اعمال ۱۴: ۸-۱۰)۔ اُس نے فلپی میں ایک لونڈی کو شفا دی (اعمال ۱۶: ۱۶-۱۸) اُس نے ترواس میں یوتخس نام ایک جوان کو زندہ کیا۔ (اعمال ۲۰: ۷-۱۲)۔ اُس نے مِلتے کے ٹاپو میں پبلیس کے باپ کو شفا دی جو بخار اور پیچش کی وجہ سے بیمار پڑا تھا۔ اُس نے اُس ٹاپو میں باقی لوگوں کو بھی اچھا کیا جو بیمار تھے۔ (اعمال ۲۸: ۷-۹) اُس کے قریبی ساتھیوں میں ایک حکیم تھا۔ جو کئی سفروں میں اُس کے ہمراہ گیا۔ وہ آدمیوں کو اپنے بدنوں کا احترام کرنے کی تعلیم دیتا تھا۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ تم خدا کا مقدِس ہو۔ اور خدا کا رُوح تم میں بسا ہوا ہے؟ اگر کوئی خدا کے مقدِس کو برباد کرے گا۔ تو خدا اُس کو برباد کرے گا۔ کیونکہ خدا کا مقدِس

پاک ہے اور وہ تم ہو۔" (۱-کرنتھیوں ۳: ۱۶-۱۷) وہ آدمیوں کو اپنے بدن پاک رکھنے کی تعلیم دیتا تھا۔ "بدن حرامکاری کے لئے نہیں بلکہ خداوند کے لئے ہے۔ اور خداوند بدن کے لئے ...... حرامکاری سے بھاگو۔ جتنے گناہ آدمی کرتا ہے وہ بدن سے باہر ہیں مگر حرامکار اپنے بدن کا بھی گنہگار ہے ...... تم اپنے نہیں کیونکہ قیمت سے خریدے گئے ہو۔ پس اپنے بدن سے خدا کا جلال ظاہر کرو۔" (۱-کرنتھیوں ۶: ۱۳، ۱۸، ۲۰)۔ تاہم اُس نے کہا کہ دینداری کے لئے ریاضت کر کیونکہ جسمانی ریاضت کا فائدہ کم ہے۔ لیکن دینداری سب باتوں کے لئے فائدہ مند ہے۔" (۱-تیمتھیس ۴: ۸)۔

پس صاف ظاہر ہے کہ بحیثیت اُستاد پولس رسول کے اغراض و مقاصد نے انسانی فطرت کے ہر پہلو کو چھوا اور وہ تمام اغراض و مقاصد ایک واحد۔ لاثانی اور مرکزی مقصد میں مرکوز تھے۔ یعنی ایک ایسے مقصد میں جو موجودہ زندگی میں جس کا مسیح کامل معیار اور نمونہ ہے۔ مکمل انسانیت کے حصول کے لئے مذہب اور تعلیم کو باہم پیوست کرتا تھا۔

چوتھا باب

پولس رسول کے تعلیمی نظریات

فلسفہ تعلیم کے ماہرین بیان کرتے ہیں کہ تہذیب کے عظیم وسائل جو زمانہ ماضی کو محفوظ اور زمانہ حاضرہ کو برقرار رکھتے ہیں۔ اور ترقی پذیر مستقبل کو ممکن بناتے ہیں۔ وہ تعداد میں پانچ ہیں۔ وہ عظیم وسائل یہ ہیں:۔

گھر۔ سکول۔ پیشہ۔ حکومت اور کلیسیاء۔ پولس رسول ان تمام وسائل سے پورے طور پر آگاہ اور واقف تھا۔ لیکن اُس نے گھر اور کلیسیاء کی طرف زیادہ توجہ دی۔ اُس کے تعلیمی خیالات زیادہ تر گھر اور کلیسیاء سے متعلق تھے۔

اُس کے گھر سے متعلق خیالات اُس کے لڑکپن کی عبرانی تعلیم و تربیت کو منعکس کرتے ہیں۔ اور اس کی مابعد کی زندگی کے مسیحی شعور سے رنگے ہوئے ہیں۔ وہ گھر کو ایک تعلیمی ادارہ سمجھتا تھا۔ اور وہ گھر سے متعلق یہ خیالات ظاہر کرتا ہے:۔ والدین اُستاد ہیں۔ باپ گھر کا سر ہے (افسیوں ۵: ۲۲؛ ۱کرنتھیوں ۱۱: ۳)۔ باپ گھرانے کے لئے اشیاء مہیا کرتا ہے: "اگر کوئی اپنوں اور خاص کر اپنے گھرانے کی خبر گیری نہ کرے۔ تو ایمان کا منکر اور بے ایمان سے بدتر ہے" (۱تیمتھیس ۵: ۸)۔ اُس کا درجہ ذی اختیار ہے۔ "اپنے بچوں کو کمال سنجیدگی سے تابع رکھتا ہو" (۱تیمتھیس ۳: ۴)۔

بیوی گھر کا انتظام کرتی ہے۔ (۱تیمتھیس ۵: ۱۴)۔ بیوی کی شان تابعداری میں ہے۔ "اے بیویو! اپنے شوہروں کی ایسی تابع رہو جیسے خداوند کی" (افسیوں ۵: ۲۲)۔ "بیویاں ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہوں" (افسیوں ۵: ۲۴)۔ "اے بیویو! جیسا خداوند میں مناسب ہے اپنے شوہروں کے تابع رہو" (کلسیوں ۳: ۸) شوہر اور بیوی کا باہمی رشتہ محبت (افسیوں ۵: ۲۸) دُعا (۱کرنتھیوں ۷: ۵) اور پاکیزگی (عبرانیوں ۱۳: ۴) کا رشتہ ہونا چاہیے۔ اور نتیجہ کے طور پر اُس رشتہ میں عزّت، حُرمت اور قرابت کی صفات ہونی چاہئیں۔ "اسی سبب سے آدمی باپ اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا۔ اور وہ دونوں ایک جسم ہوں گے۔ یہ بھید تو بڑا ہے لیکن میں مسیح اور کلیسیا کی بابت کہتا ہوں" (افسیوں ۵: ۳۱-۳۲)۔

پس پولس رسول گھر اور کلیسیاء کو باہم ملاتا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی علامت ہیں۔

بچے ایک پاکیزہ ملکیت ہیں (۱کرنتھیوں ۷: ۱۴)۔ گھر میں تعلیم کا مقصد فرمانبرداری ہے (افسیوں ۶: ۱؛ کلسیوں ۳: ۲۰)۔ شریعت کے مطابق بچوں کو اپنے ماں باپ کی عزّت کرنی چاہیے (افسیوں ۶: ۲)۔ گھر میں تعلیم کا طریقہ ضبط و نسق اور نصیحت ہے۔ باپ کو بچوں کی پرداشت کرنی چاہیے (افسیوں ۶: ۴)۔ گھر میں تعلیم کا مضمون مذہب اور مضمون کا مواد پاک نوشتے ہیں۔ جو مسیح یسوع پر ایمان لانے سے نجات حاصل کرنے کے لئے دانائی بخش سکتے ہیں۔ گھر میں تعلیم کا نتیجہ ایمان ہونا چاہیے۔ (۱تیمتھیس ۱: ۵)

ایسی مسیحی گھریلو تعلیم کا نمونہ اور پیداوار لُسترہ کا شریف لڑکا تیمتھیس تھا۔
جو اچھی شہرت کا مالک (اعمال ۱۶: ۲) پولس کا ہم خدمت (رومیوں ۱۶: ۲۱) اور قابلِ اعتماد
استاد (۱-کرنتھیوں ۴: ۱۷ اور ۱۶: ۱۰-۱۱) بن گیا۔ پولس عبرانی تصور کو تسلیم کرتا تھا۔ کہ
بچہ کی فطرت غیر ذمہ دار، احمق اور فتنہ انگیز واقع ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بچہ کی مرضی کی
تربیت کرنے اور اُس کی زندگی کو درست کرنے کیلئے ضبط و نسق کو بہترین وسیلہ سمجھتا تھا۔ اس
نے انسانی فطرت سے متعلق اُس خیال کو خود زندگی پر عائد کیا۔ اور اُس نے اس خیال کی ٹھوس
مثال کیلئے اپنے شخصی تجربہ کو پیش کیا۔ چنانچہ اُس نے کہا کہ "جو میں کرتا ہوں۔ اس کو نہیں
جانتا۔ کیونکہ جس کا میں ارادہ کرتا ہوں وہ نہیں کرتا بلکہ جس سے مجھے نفرت
ہے وہی کرتا ہوں ...... کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ مجھ میں یعنی میرے جسم
میں کوئی نیکی بسی ہوئی نہیں۔ البتہ ارادہ تو مجھ میں موجود ہے۔ مگر نیک کام
مجھ سے بن نہیں پڑتے۔ چنانچہ جس نیکی کا ارادہ کرتا ہوں وہ تو نہیں کرتا
مگر جس بدی کا ارادہ نہیں کرتا اُسے کر لیتا ہوں" (رومیوں ۷: ۱۵، ۱۸، ۱۹)

پولس رسول کلیسیا کو ایک تعلیمی ادارہ سمجھتا تھا۔ وہ صاف تعلیم دیتا
تھا۔ کہ خدا نے کلیسیاء کو دنیا میں ایک روحانی خدمت انجام دینے
کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور کلیسیاء کو دنیا میں خاص اہمیت اور رتبہ حاصل
ہے۔

اُس نے مؤثر انداز میں صاف بیان کر دیا کہ تعلیم و تربیت اور ہدایت
سے لوگوں کے دل و دماغ کو روشن اور منور کرنا دنیا میں کلیسیاء کا تعلیمی
مقصد ہے۔ "لیکن کلیسیاء میں بیگانہ زبان میں دس ہزار باتیں

کہنے سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے۔ کہ اوروں کی تعلیم کے لئے پانچ ہی باتیں
عقل سے کہوں۔" (۱-کرنتھیوں ۱۴: ۱۹) "اور خدا کے اُس فضل کی
بخشش سے جو اس کی قدرت کی تاثیر سے مجھ پر ہوا۔ میں اس خوشخبری
کا خادم بنا اور سب پر یہ بات روشن کروں کہ جو بھید ازل سے سب
چیزوں کے پیدا کرنے والے خدا میں پوشیدہ رہا۔ اُس کا کیا انتظام
ہے۔ جس میں ہم کو اس پر ایمان رکھنے کے سبب سے دلیری ہے اور
بھروسے کے ساتھ رسائی۔" (افسیوں ۳: ۷، ۹، ۱۲)

تعلیم و تربیت اور نصیحت کے اس کام کے لئے ایسے رہنما جو
اُستاد ہونے کی قابلیت اور استعداد رکھتے ہیں۔ کلیسیاء میں مقرر
کئے گئے ہیں۔ ان اُستادوں کا تعلیمی مقصد یہ ہے کہ وہ جمیع افرادِ نسل
انسانی کو خدا کے فضل کی تربیت اور رفاقت میں لے آئیں۔

زنانہ اُستادوں کی طرف پولس رسول کا رویہ بہت عجیب ہے۔
وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا۔ کہ عورتیں کلیسیاء میں اُستاد بنیں اور تعلیم
کا کام کریں۔ اُس کا رویہ ان آیات میں عیاں ہے۔ "عورت کو چُپ
چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیئے۔ اور میں اجازت نہیں دیتا
کہ عورت سکھلائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چُپ چاپ رہے۔" (۱-تیمتھیس
۲: ۱۱-۱۲) "عورتیں کلیسیاء کے مجمع میں خاموش رہیں۔ کیونکہ انہیں
بولنے کا حکم نہیں تاکہ تابع رہیں۔ جیسا توریت میں بھی لکھا ہے۔ اور اگر
کچھ سیکھنا چاہیں۔ تو گھر میں اپنے شوہر سے پوچھیں کیونکہ عورت

کا کلیسیاء کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔ کیا خدا کا کلام تم میں سے نکلا یا صرف تم ہی تک پہنچا؟ (اکرنتھیوں ۱۴: ۳۴-۳۶)

چونکہ عبرانی سکولوں اور عبادتخانوں میں کسی عورت کو پڑھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے پولس رسول عورتوں کو کلیسیاء کے اجتماع میں بولنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

پولس رسول کے اس طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ گھر کو عورت کی فضا سمجھتا تھا۔ وہ اپنے گھرانے کے لوگوں میں ہی تعلیمی اثر ڈال سکتی تھی۔

پانچواں باب

پولس رسول کی تعلیمی نفسیات

(حصہ اوّل)

KNOWING

تعلّم (تعقّل)

انسانی ذہن تعلّم تحسّس اور ارادت پر مشتمل ہے۔ یعنی جاننے۔ محسوس کرنے اور ارادہ کرنے پر۔ بہ الفاظ دیگر جاننا۔ محسوس کرنا۔ اور ارادہ کرنا انسانی ذہن کے تین پہلو ہیں۔ جس طرح ایک مثلث کے تین اضلاع ہوتے ہیں۔ اُسی طرح ہر تجربہ میں شعور کی یہ تینوں صورتیں شامل ہوتی ہیں۔ یہ تینوں چیزیں ایک دوسری سے ہرگز علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ شاید خیال میں اُن کی علیحدگی ممکن ہو لیکن عمل میں ان کی علیحدگی محال ہے۔ غرضیکہ یہ تینوں چیزیں ہی ذہن ہیں۔ ہر تجربہ میں یہ تینوں چیزیں اکٹھی کارکن ہوتی ہیں۔

پولس رسول اس نفسیاتی صداقت سے پورے طور پر واقف اور آگاہ تھا۔ چنانچہ اس نے اسی نفسیاتی صداقت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے لوگوں کو تعلیم دی۔

اس نے اپنی تعلیم کے دوران میں بحیثیت استاد انسانی فطرت کے ہر پہلو کو چھوا۔ یعنی وہ نہ صرف لوگوں کے تعقل کی تربیت کرتا تھا۔ اور ان کے احساسات کو چھوتا تھا۔ بلکہ وہ ان کے ارادوں کو بھی حرکت دیتا تھا۔ اس کی تعلیم کا رُخ ہمیشہ انسانی ذہن کی طرف رہتا تھا۔ اس کے تعلیم دینے کا یہی طریقہ تھا۔

چنانچہ اس باب میں ہم بیان کرینگے۔ کہ وہ کس طرح اپنی تعلیم میں لوگوں کے تعقل کی تربیت کرتا تھا۔ اور چھٹے باب میں ہم بیان کرینگے۔ کہ وہ کسطرح اپنی تعلیم میں لوگوں کے احساسات کو محرک کرتا تھا۔ اور ساتویں باب میں ہم بیان کرینگے۔ کہ وہ کس طرح اپنی تعلیم میں لوگوں کے ارادہ کو جنبش دیتا تھا۔

۱۔ دلچسپی اور توجہ (INTEREST AND ATTENTION)

ہم کسی شے کی طرف اسلئے متوجہ ہوتے ہیں کہ ہم اس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ کسی شے میں دلچسپی رکھنے سے مراد ہے۔ اس شے کی طرف متوجہ ہونے کا میلان یا رجحان۔ دلچسپی ذاتی توجہ ہے۔ اور دلچسپی کے فعل و عمل کو توجہ کہتے ہیں۔ دلچسپی ذہن کی وہ اندرونی حالت ہے۔ جو توجہ پیدا کرنے میں امداد دیتی ہے۔ اگر کوئی چیز ہمارے لئے دلچسپ ہو تو ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم کسی شے کیطرف متوجہ ہوں۔ تو اس میں دلچسپی لینا شروع کر دیتے ہیں۔ فی الحقیقت توجہ کا راز دلچسپی میں مضمر ہے۔ تعلیم میں یہ صداقت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ استاد اپنے شاگرد کے لئے اپنے اسباق کو دلچسپ بنا کر اس کے ذہن میں دلچسپی پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اور یوں اسکی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیتا ہے۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک دلچسپ شے خوش کن ہی ہو۔ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ شے جس میں ہم دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور جس کی طرف ہم متوجہ ہیں خوفناک یا قابلِ نفرت ہو۔

غرضیکہ ہماری دلچسپیاں ہماری توجہ کو معین کرتی ہیں۔ پولس رسول اس صداقت کو بخوبی جانتا تھا۔

دلچسپی یا تو (۱) پیدائشی اور جبلّی ہوتی ہے۔ یا (۲) اکتسابی یعنی حاصل کردہ یا (۳) عارضی اور وقتی ہوتی ہے۔ مثلاً بلّی کی چوہے میں اور ماں کی بچے میں دلچسپی پیدائشی ہوتی ہے۔ ایک ماہر نباتات کی پودوں میں دلچسپی اور ایک ماہر ارضیات کی پتھروں میں دلچسپی اکتسابی دلچسپی ہے۔ ایک شخص کی ایک قلم میں دلچسپی جبکہ وہ لکھنا چاہتا ہو۔ عارضی اور وقتی دلچسپی ہے۔

فرض کیجئے کہ آپ ایک کمرہ میں میرا لیکچر سن رہے ہیں۔ آپ صرف میرے لیکچر ہی کا شعور نہیں رکھتے بلکہ میز کرسی۔ اور تختہ سیاہ بھی آپ کے پیش نظر ہیں۔ آپ میرے لباس اور چہرے کو بھی دیکھ رہے ہیں غالباً میرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے چاک کے ٹکڑے اور اس کے علاوہ کئی اور چیزوں سے بھی آگاہ ہیں۔ چونکہ آپ ان تمام اشیاء سے بیک وقت آگاہ ہیں۔ لہٰذا یہ تمام اشیاء آپ کے احاطۂ شعور میں ہیں۔ یہی احاطۂ شعور اُن تمام اشیاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو بیک وقت آپ کے ذہن کے "روبرو" ہوں۔

لیکن یہ امر واضح ہے۔ کہ آپ احاطۂ شعور کی تمام اشیا کا یکساں شعور نہیں رکھتے۔ میرے چہرے اور لباس کی نسبت آپ کو میرے لیکچر کا

زیادہ شعور ہے۔ اسی طرح آپ میز کرسی اور تختہ سیاہ کی موجودگی کا شعور تو ضرور رکھتے ہیں۔ مگر یہ شعور مبہم اور دھندلا سا ہے۔ پس شعور کے کم و بیش مدارج ہوتے ہیں۔ وہ اشیاء جو زیادہ شعوری ہیں۔ یا جو صاف طور پر آپ کے شعور میں ہیں۔ واضح اور غیر مبہم ہیں۔ یعنی وہ آپ کے دائرہ شعور کا ماسکہ (FOCUS) ہیں۔ اور وہ اشیاء جو آپ کے شعور میں کم روشن ہیں۔ اول الذکر اشیاء کا پس منظر ہیں۔ چنانچہ احاطہ شعور کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ایک مرکزی حصہ (CENTRAL) اور دوسرا حاشیائی (MARGINAL) حصہ

احاطہ شعور میں پیہم روانی (FLUX) پائی جاتی ہے۔ اسی لئے "جوئے شعور" (STREAM OF CONSCIOUSNESS) کی اصطلاح اکثر بیان میں لائی جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ شعور ساکن نہیں بلکہ متغیر ہوتا ہے۔ وہ اشیاء جو کسی ایک لمحے میں دائرہ شعور کے ماسکہ میں ہوتی ہیں۔ دوسرے ہی لمحے میں پس منظر ہو سکتی ہیں۔ اور اسی طرح حاشیائی اشیاء ماسکہ میں آسکتی ہیں۔

احاطہ شعور ایک روشن مرکز رکھتا ہے۔ جس کی جانب یا جس سے باہر اشیاء آتی جاتی رہتی ہیں۔ مثلاً ایک لمحہ پیشتر میرے دانت میں شدید درد ہو رہا تھا۔ لیکن اب وہ درد کم ہے۔ کبھی احاطہ شعور میں کوئی چیز واضح ہوتی ہے۔ کبھی کوئی۔ کبھی دعوت میں مہمانوں کے شور کے باوجود مقرر کی تقریر واضح طور پر سنائی دیتی ہے۔ اور کبھی صرف گلاسوں کی جھنکار ہی شعور

میں ہوتی ہے۔ کبھی ہم خیالات میں اس طرح مستغرق ہوتے ہیں کہ سامنے پڑی ہوئی میز بھی ہمیں نظر نہیں آتی کبھی شعور میں یہ خیال ہوتا ہے۔ کبھی وہ۔ کبھی ہماری نظر کسی پرندے پر جاتی ہے۔ اور کبھی کسی گرجے کے کلس پر۔ ایک لمحے میں ہم ایک شے میں ہمہ تن محو ہوتے ہیں۔ اور دوسرے لمحے میں احاطہ شعور کی کسی اور شے میں

ہر وقت ایک وسیع احاطہ اشیاء یا ماحول ہمارے پیش نظر ہوتا ہے۔ جو ہمارے واضح شعور میں نہیں ہوتا۔ اس ماحول کے مرکزی حصے حاشیائی حصوں کی نسبت زیادہ صاف اور روشن ہوتے ہیں۔ یہی مرکز مرکز توجہ ہوتا ہے۔ یہ ان اشیاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ جنہیں ہم احاطہ شعور میں سے منتخب کرتے ہیں۔ مثلاً "میرے لیکچر پر متوجہ ہوتے وقت آپ میرے لیکچر کو متفرق اشیاء میں سے منتخب کرتے ہیں۔ لہٰذا توجہ ایک "انتخابی فعلیت" (SELECTIVE ACTIVITY) ہے۔ توجہ کے ہر عمل میں دو قسم کی اشیاء ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن "کی طرف" ہم متوجہ ہوتے ہیں۔ اور دوسری وہ جن "سے" ہم متوجہ ہوتے ہیں۔ لیکچر ہی کی مثال کو لیجئے۔ آپ ان الفاظ "کی طرف" متوجہ ہیں۔ جو میں بول رہا ہوں۔ اور اس کے برعکس آپ کی کرسی جس پر آپ بیٹھے ہیں۔ آپ کی عینک اور باہر سڑک پر آمد و رفت کا شور ایسی اشیاء ہیں جن "سے" آپ متوجہ ہیں۔

پس توجہ مثبت اور منفی دونوں پہلو رکھتی ہے۔ کسی چیز "کی طرف" متوجہ ہونا اور کسی چیز "سے" متوجہ ہونے اور اسکے وقتی طور پر احاطہ شعور

کے مرکز سے خارج کر دینے کے مترادف ہے۔ وہ اشیاء جن کی طرف "ہم متوجہ
ہوتے ہیں۔ احاطۂ شعور کا مرکز ہوتی ہیں۔ اور وہ اشیاء جن "سے" ہم
متوجہ ہوتے ہیں۔ احاطۂ شعور کے حاشیے پر ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ احاطۂ
شعور میں اوّل الذکر اشیاء مؤخر الذکر اشیاء کی نسبت زیادہ صاف، روشن
یا واضح ہونگی۔ چنانچہ توجہ کا اندازہ ہمارے شعور کی صفائی روشنی یا
وضاحت سے کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا توجہ کی تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں
کہ توجہ احاطۂ شعور میں سے چند اشیاء کو منتخب کر کے انہیں واضح شعور
میں لانے کا نام ہے۔

توجہ کی تین قسمیں ہیں۔ یعنی انفعالی (PASSIVE)۔ فعالی (ACTIVE)
اور ثانوی انفعالی (SECONDARY PASSIVE)۔

انفعالی توجہ:۔ ہماری توجہ اس وقت انفعالی ہوتی ہے جبکہ وہ کسی شئے
کی اپنی خصوصیت کی وجہ سے ہم میں پیدا ہو یعنی جب توجہ کے اسباب
معروضی ہوں۔ مثلاً آنکھوں کو خیرہ کرنے والی روشنی، بلند آواز ہماری توجہ کو
فوراً اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ ایسی اشیاء چونکہ ہم پر "قابض" ہو جاتی ہیں۔
لہٰذا ہمیں مجبوراً ان کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ گلی میں ڈھول کی طرف اور
باجے کی بلند شور کی طرف کون متوجہ نہ ہوگا؟ چونکہ ان حالات میں ہم
منفعل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہماری توجہ انفعالی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ توجہ کسی ارادی
سعی کے بغیر ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے غیر ارادی یا فوری توجہ بھی کہتے ہیں۔ چونکہ
بچے اور ادنیٰ درجے کے حیوان اسی قسم کی توجہ کے قابل ہوتے ہیں لہٰذا

اسے ابتدائی توجہ بھی کہتے ہیں۔

فعالی توجہ:۔ توجہ کے لئے ہماری ذاتی سعی درکار ہو تو اسے فعالی توجہ کہتے
ہیں۔ ایک درسی کتاب کو آپ پسند نہ بھی کریں تو بھی امتحان کی خاطر اس کا
مطالعہ آپ کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی طرف متوجہ ہونے
کے لئے آپ کو سعی اور محنت کی ضرورت ہوگی۔ ممکن ہے۔ کہ بہت سی اور
اشیاء اسی وقت آپ کی توجہ میں حائل ہوں۔ اگر آپ جماعت میں لیکچر
سُن رہے ہیں۔ اور اُدھر بازار میں باجہ بج رہا ہے۔ تو اس صورت میں لیکچر
کی طرف متوجہ ہونے کے لئے عام حالات کی نسبت زیادہ سعی کی ضرورت
ہوگی چونکہ یہ جبری توجہ ہماری ارادی سعی کی محتاج ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے ارادی
توجہ بھی کہتے ہیں اور چونکہ یہ انسانوں اور ارفع حیوانوں ہی میں پائی جاتی
ہے۔ لہٰذا اسے ثانوی توجہ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے۔ کہ جو چیز ہماری فعالی توجہ کی محتاج ہوگی۔
اس میں توجہ کو خود بخود اپنی طرف مبذول کرنے کی صلاحیت نہ ہوگی۔ لہٰذا
ان صلاحیتوں کی غیر موجودگی یا کمی کو ہم اپنی سعی و ہمت سے پورا کرتے ہیں۔
انفعالی توجہ میں توجہ کھینچنے والی اشیاء ہم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اور ہم
منفعل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس فعالی توجہ میں ہم اشیاء پر
اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم فعالی حالت میں ہوتے ہیں۔ فعالی اور انفعالی
توجہ میں فرق ہماری فعالیت اور انفعالیت کا ہے۔

ثانوی انفعالی توجہ:۔ شروع میں ہر کام میں فعالی توجہ کی ضرورت ہوتی

ہے۔ جب ایک طالب علم نفسیات کا مطالعہ شروع کرتا ہے۔ تو ابتدا میں ممکن ہے۔ کہ اُسے مضمون خشک اور غیر دلچسپ معلوم ہو اور اسے پڑھنے کیلئے اپنی تمام تر سعی کی ضرورت ہو۔ لیکن اگر یہ ہمت کچھ عرصہ جاری ہے تو کچھ تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ مضمون کے بعض حصے اب اُسے کسی قدر دلچسپ نظر آتے ہیں۔ کسی رسالہ میں جب وہ نفسیات پر کوئی مضمون دیکھتا ہے۔ تو مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کرتا ہے۔ اب علم نفسیات کا مطالعہ اُسے گراں نہیں گزرتا۔ تاہم یہ تبدیلی آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کالج کی زندگی میں نفسیات کے مطالعہ کے لئے اُسے بیشتر فعال توجہ کو ہی کام میں لانا پڑتا ہے۔ مگر ایسا دن ضرور آتا ہے جب وہ مطالعۂ نفسیات میں دلچسپی محسوس کرتا ہے۔ اور اس مضمون کی طرف ویسے ہی متوجہ ہو جاتا ہے جیسے بلند شور اور شوخ رنگ اشتہارات کی طرف ٹائپ سیکھنے سائیکل سیکھنے اور تیرنا سیکھنے کے بعد جب کبھی وہ یہ کام کریں گے تو ان کو ثانوی انفعالی توجہ درکار ہو گی۔

بعض اساتذہ اپنے متعلمین کی انفعالی توجہ اور بعض ان کی فعالی توجہ کو اپنی طرف لگاتے ہیں۔ لیکن پولس رسول اپنے درس و تدریس کی طرف اپنے سامعین کی انفعالی توجہ اور فعالی توجہ دونوں کو لگایا کرتا تھا۔

پولس رسول توجہ کو مدعو کیا کرتا تھا۔

وہ میل جول سے لوگوں کی توجہ کو مدعو کیا کرتا تھا۔ وہ لوگوں میں مل جل جاتا تھا۔ تاکہ وہ اپنی توجہ کو اس کی طرف لگائیں۔ اس کی موجودگی دوسروں کے لئے جاذب توجہ تھی۔ وہ دوسرے لوگوں کو دلچسپی دلانے کے لئے مواقع کو غنیمت سمجھتا تھا۔ چنانچہ اعمال ۱۷ : ۲ میں مرقوم ہے۔ کہ پولس ......

اپنے دستور کے موافق ان کے پاس گیا اور تین سبتوں کو کتاب مقدس سے ان کے ساتھ بحث کی۔ وہ اکثر اوقات چوکوں کے ہجوموں میں جاتا تھا۔ چنانچہ اعمال ۱۷ : ۱۷ میں مندرج ہے۔ کہ وہ عبادت خانہ میں یہودیوں اور خدا پرستوں سے اور چوک میں جو ملتے تھے۔ اُن سے روز بحث کیا کرتا تھا۔ وہ نہ صرف بڑے بڑے ہجوموں میں بلکہ چھوٹے چھوٹے مجمعوں میں بھی شامل ہوتا تھا۔ تاکہ اُن میں دلچسپی پیدا کرے۔ چنانچہ اعمال ۱۶ : ۱۳ میں لکھا ہے۔ کہ "سبت کے دن شہر کے دروازہ کے باہر ندی کے کنارے گئے۔ جہاں سمجھے کہ دعا کرنے کی جگہ ہو گی۔ اور بیٹھ کر اُن عورتوں سے جو اکٹھی ہوئی تھیں۔ کلام کرنے لگے۔" وہ اپنے ہم پیشہ لوگوں کے ساتھ مل جاتا تھا۔ مثلاً وہ کرنتھس میں اکولہ نام اور پرسکلہ کے ساتھ مل گیا۔ جو اس کی طرح خیمہ دوزی کرتے تھے۔ چنانچہ اعمال ۱۸ : ۱-۲ میں مرقوم ہے کہ "پولس اتھینے سے روانہ ہو کر کرنتھس میں آیا اور وہاں اس کو اکولہ نام ایک یہودی ملا جو پنطس کی پیدائش تھا۔ اور اپنی بیوی پرسکلہ سمیت اطالیہ سے نیا نیا آیا تھا۔ کیونکہ کلودیس نے حکم دیا تھا۔ کہ سب یہودی روما سے نکل جائیں۔ پس وہ ان کے پاس گیا اور چونکہ ان کا ہم پیشہ تھا۔ ان کے ساتھ رہا اور وہ کام کرنے لگے۔ اور ان کا پیشہ خیمہ دوزی تھا۔

وہ اپنے شخصی اوصاف سے لوگوں کی توجہ کو مدعو کیا کرتا تھا۔ اس کی اپنی شخصیت میں ایسے اوصاف پائے جاتے تھے۔ جو دوسروں کی دلچسپی کا باعث تھے۔ اور ان کی توجہ کو اس کی طرف کھینچ لیتے تھے۔

اُس کی سرگرمی لوگوں کی توجہ کو اس کی طرف کھینچ لیتی تھی۔ چنانچہ مرقوم ہے۔

کہ "آدھی رات کے قریب پولسؔ اور سیلاسؔ دعا کر رہے تھے۔ اور خدا کی حمد کے گیت گا رہے تھے اور قیدی سُن رہے تھے" (اعمال ۱۶: ۲۵) اِس آیت میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ پولسؔ فلپیؔ کے قید خانہ میں قید ہے۔ قید سے پہلے اُسے بہت سے بَیْنت لگ چکے ہیں۔ وہ زخمی ہو چکا ہے۔ اب اُس کے پاؤں کاٹھ میں ٹھونک دیئے گئے ہیں۔ لیکن وہ اپنے زخموں اور اذیت کی ذرا پرواہ نہیں کرتا بلکہ دعا اور مناجات میں مشغول ہے۔ اور خدا کی حمد کے گیت گا رہا ہے۔ آدھی رات کا وقت ہے۔ لیکن اُسے اپنی نیند اور آرام کی مطلق پرواہ نہیں۔ یہ تمام باتیں اس کی سرگرمی کا اظہار کرتی ہیں دوسرے قیدی دن بھر محنت و مشقت کرتے رہے ہیں۔ اب ان کے آرام کا وقت ہے۔ اور وہ پولسؔ کو دعا کرنے اور خدا کی حمد و ستائش کرنے سے منع نہیں کرتے۔ بلکہ لکھا ہے۔ کہ وہ "سن رہے تھے"۔ اس کی سرگرمی کے باعث دوسرے قیدی اُس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ لہٰذا اس کی طرف متوجہ ہیں۔

اعمال ۱۶: ۲۸-۳۴ میں مرقوم ہے۔ کہ پولسؔ نے بڑی آواز سے پکار کر کہا کہ اپنے تئیں نقصان نہ پہنچا۔ کیونکہ ہم سب موجود ہیں۔ وہ چراغ منگوا کر اندر جا کُودا اور کانپتا ہوا پولسؔ اور سیلاسؔ کے آگے گرا اور انہیں باہر لا کر کہا۔ اے صاحبو! میں کیا کروں کہ نجات پاؤں؟ انہوں نے کہا خداوند یسوع پر ایمان لا تو تُو اور تیرا گھرانا نجات پائیگا۔ اور انہوں نے اُس کو اور اس کے سب گھر والوں کو خداوند کا کلام سُنایا۔ اور اُس نے رات کو اُسی گھڑی انہیں لے جا کر ان کے زخم دھوئے اور اسی وقت اپنے سب لوگوں سمیت بپتسمہ لیا اور

انہیں اوپر گھر میں لے جا کر دستر خوان بچھایا اور اپنے سارے گھرانے سمیت خدا پر ایمان لا کر بڑی خوشی کی"۔

ان آیات میں داروغہ پولسؔ رسول کے کلام سُنانے میں اور حمد و ثناء کرنے میں اس کی سرگرمی کو دیکھتا ہے۔ اس لئے داروغہ پولسؔ رسول میں گہری دلچسپی لیتا ہے۔ اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور خدا کا کلام سُنتا ہے۔ اور پولسؔ رسول کے زخم دھوتا ہے۔ اور اسے کھانا کھلاتا ہے۔ اور اپنے سارے گھرانے سمیت بپتسمہ لیتا ہے۔ اور خوشی کرتا ہے۔ پولسؔ رسول کی سرگرمی نے داروغہ اور اس کے گھرانے میں دلچسپی کو اُبھارا اور ان کی پوری توجہ کو اس کی طرف کھینچ لیا۔

مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے بھی لوگ پولسؔ رسول کی طرف اکثر متوجہ ہوتے تھے۔ مثلاً:-

دمشق میں:- "اور جب بہت دن گزر گئے تو یہودیوں نے اُسے مار ڈالنے کا مشورہ کیا۔ مگر ان کی سازش ساؤلؔ کو معلوم ہو گئی۔ وہ تو اُسے مار ڈالنے کے لئے رات دن دروازوں پر لگے رہے۔ لیکن رات کو اس کے شاگردوں نے اسے لیکر ٹوکرے میں بٹھایا۔ اور دیوار پر سے لٹکا کر اتار دیا"۔

(اعمال ۹: ۲۳-۲۵)

اکُنیمؔ میں:- "اور اکنیم میں ایسا ہوا کہ وہ ساتھ ساتھ یہودیوں کے عبادت خانہ میں گئے۔ اور ایسی تقریر کی کہ یہودیوں اور یونانیوں دونوں کی ایک بڑی جماعت ایمان لے آئی۔ مگر نافرمان یہودیوں نے غیر قوموں کے دلوں

میں جوش پیدا کر کے ان کو بھائیوں کی طرف سے بدگمان کر دیا۔ پس وہ بہت عرصہ تک وہاں رہے اور خداوند کے بھروسے پر دلیری سے کلام کرتے تھے۔ اور وہ اُنکے ہاتھوں سے نشان اور عجیب کام کرا کر اپنے فضل کے کلام کی گواہی دیتا تھا۔ لیکن شہر کے لوگوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ بعض یہودیوں کیطرف ہو گئے۔ اور بعض رسولوں کی طرف۔ مگر جب غیر قوم والے اور یہودی اُنہیں بے عزت اور سنگسار کرنے کو اپنے سرداروں سمیت اُن پر چڑھ آئے تو وہ اس سے واقف ہو کر لُکااُنیہ کے شہروں لُسترہ اور دربے اور اُنکے گرد نواح میں بھاگ گئے اور وہاں خوشخبری سُناتے رہے"۔ (اعمال ۱۴: ۱-۷)

لُسترہ میں:- "پھر بعض یہودی انطاکیہ اور اکُنیُم سے آئے اور لوگوں کو اپنی طرف کر کے پولس کو سنگسار کیا اور اس کو مُردہ سمجھ کر شہر کے باہر گھسیٹ لے گئے۔ مگر جب شاگرد اس کے گرداگرد آ کھڑے ہوئے۔ تو وہ اُٹھ کر شہر میں آیا اور دوسرے دن برنباس کے ساتھ دربے کو چلا گیا" (اعمال ۱۴: ۱۹-۲۰)

بیریہ میں:- "جب تھسلنیکے کے یہودیوں کو معلوم ہوا کہ پولس بیریہ میں بھی خدا کا کلام سناتا ہے۔ تو وہاں بھی جا کر لوگوں کو اُبھارا اور ان میں کھلبلی ڈالی" (اعمال ۱۷: ۱۳)

افسس میں:- "جب ہُلڑ موقوف ہو گیا تو پولس نے شاگردوں کو بُلوا کر نصیحت کی اور اُن سے رُخصت ہو کر مکدُنیہ کو روانہ ہوا۔ اور اُس علاقہ سے گزر کر اور اُنہیں بہت نصیحت کر کے یونان میں آیا۔ جب تین

مہینے رہ کر سُوریہ کی طرف جہاز پر روانہ ہونے کو تھا۔ تو یہودیوں نے اُس کے برخلاف سازش کی" (اعمال ۲۰: ۱-۳)

قیصریہ میں:- "کیونکہ ہم نے اس شخص کو مُفسد اور دُنیا کے سب یہودیوں میں فتنہ انگیز اور ناصریوں کے بدعتی فرقہ کا سرگروہ پایا۔ اس نے ہیکل کو ناپاک کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ اور ہم نے اِسے پکڑا"۔ (اعمال ۲۴: ۵-۶)

حسد کی وجہ سے بھی لوگ پولس رسول کیطرف متوجہ ہوتے تھے۔ مثلاً:-

تھسلنیکے میں:- "مگر یہودیوں نے حسد میں آ کر بازاری آدمیوں میں سے کئی بدمعاشوں کو اپنے ساتھ لیا اور بھیڑ لگا کر شہر میں فساد کرنے لگے۔ اور یاسون کا گھر گھیر کر اُنہیں لوگوں کے سامنے لے آنا چاہا"۔ (اعمال ۱۷: ۵)

نفرت اور حقارت کی وجہ سے بھی لوگ پولس رسول کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ مثلاً

یروشلم میں:- "اے اسرائیلیو! مدد کرو۔ یہ وُہی آدمی ہے۔ جو ہر جگہ سب آدمیوں کو اُمت اور شریعت اور اس مقام کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ اُس نے یونانیوں کو بھی ہیکل میں لا کر اس پاک مقام کو ناپاک کیا ہے"۔ (اعمال ۲۱: ۲۸)

مذکورۃ الصدر حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اگرچہ لوگ

مخالفت - دشمنی - حسد - تعصب - نفرت اور حقارت کے باعث
پولس رسول کی طرف رغبت اور رجوعیت کرتے تھے - تاہم وہ پست
ہمت اور بے حوصلہ نہ ہوتا تھا - وہ صبر برداشت ہمت و جسارت -
جرأت و استقلال کا پتلا تھا - وہ مخالف - حاسد اور متنفر لوگوں کی
رغبت و رجوعیت - میلان و رجحان اور توجہ کو غنیمت سمجھ کر فوراً
اپنی گرفت میں لے آتا اور ایک ماہر تعمیرات کی طرح اپنے حصولِ مقصد
کے لئے کام میں لے آتا - ہر ایک استاد اور معلم میں اس وصف و
خوبی کا ہونا ازبس لازمی اور لابدی ہے -

پولس رسول لوگوں کی توجہ کو ارادۃً اپنی طرف کھینچ لیتا تھا -

پولس رسول لوگوں سے براہِ راست خطاب میں عجیب اور
مؤثر الفاظ و محاورات استعمال کرتا تھا - جن کے باعث لوگوں کی
توجہ اس کی طرف فوراً مبذول ہو جاتی تھی مثلاً

وہ اعمال ۱۳ : ۱۶ میں لفظ "سنو" استعمال کرتا ہے - جب ہم
کسی شخص کو سننے کے لئے کہتے ہیں - تو اس کی توجہ فوراً ہماری طرف
لگ جاتی ہے - وہ حیران ہو جاتا ہے - اور سمجھتا ہے - کہ ہم اسے کوئی
انوکھی یا اہم بات بتانا چاہتے ہیں -

وہ اعمال ۲۰ : ۲۸ میں لفظ "دیکھو" استعمال کرتا ہے - یہ لفظ بھی
دوسروں کی توجہ کو کھینچنے کا عمدہ ذریعہ ہے - یہ لفظ بھی ان کے اندر
حیرانی پیدا کر دیتا ہے - اور وہ خیال کرتے ہیں - کہ آپ انہیں کوئی

عجیب اور مفید بات دکھانا چاہتے ہیں -

وہ اعمال ۱۳ : ۲۶ ، ۳۸ ; ۲۲ : ۱ ; ۲۳ : ۱ میں لفظ "اے بھائیو"
استعمال کرتا ہے - یہ ہمدردی اور پیار کا لفظ ہے - جب آپ
کسی کو بھائی کہہ کر پکارتے ہیں - تو وہ قدرتی اور لازمی طور پر آپ کی
طرف متوجہ ہوگا - اور آپ کی بات صبر اور تحمل سے سنے گا - آپ کے
بھائی آپ کی بات کو پوری توجہ سے سنیں گے -

وہ اعمال ۱۳ : ۱۶ میں لفظ "اے اسرائیلیو!" استعمال کرتا ہے - یہ
لفظ قومیت کی طرف اشارہ کرتا ہے - ہر ایک شخص اپنی قومیت
پر فخر کرتا ہے - قومیت کا جذبہ ہر ایک انسان کی ذات اور سرشت
میں پایا جاتا ہے - وہ چاہتا ہے - کہ دوسرے بھی اس کی قوم کا ذکر
کریں - جب آپ اس کی قومیت کی طرف اشارہ کر کے اس سے
مخاطب ہونگے تو وہ فوراً طبعی اور قدرتی طور پر آپ کی بات میں
گہری دلچسپی لیگا - اور غور اور توجہ سے سنے گا - پولس رسول اس
حقیقت کو جانتا تھا - اسی لئے وہ اپنے سامعین کو "اے اسرائیلیو!"
کہہ کر پکارتا ہے -

وہ اعمال ۱۳ : ۱۶ میں محاورہ "اے خدا ترسو!" استعمال کرتا
ہے - یہ لفظ مذہبیت کی طرف اشارہ کرتا ہے - پولس رسول
اپنے سامعین پر ظاہر کرتا ہے - کہ وہ اہل مذہب اور خدا پرست
ہیں اور خدا کی عظمت اور شان و بزرگی کو مانتے ہیں - اور اس کے

CamScanner

احکام کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ ان کی مذہبی خوبی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب ہم کسی شخص کی مذہبی خوبی کا ذکر کرتے ہیں۔ تو وہ فوراً ہم میں دلچسپی لینا شروع کر دیتا ہے۔ اور ہماری بات کو رغبت اور دھیان سے سُنتا ہے۔ اچھا استاد اپنے سامعین کے مذہبی جذبہ کا احترام کرتا ہے۔

وہ اعمال ۱۳: ۲۶ میں اپنے سامعین سے یوں مخاطب ہوتا ہے۔ "**اے ابراہام کے فرزندو!**" ابرہام ایمانداروں کا باپ کہلاتا ہے۔ پولس رسول کے سامعین ابرہام کے فرزند ہونے پر فخر کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اہلِ ایمان سمجھتے تھے۔ ان الفاظ میں پولس رسول اپنے سامعین کے اہلِ ایمان ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لہٰذا وہ فوراً اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے کلام کو سُنتے ہیں۔

وہ اعمال ۲۲: ۱ میں اپنے سامعین کو "**اے بزرگو!**" کہہ کر پکارتا ہے۔ اگر آپ پولس رسول کی طرح لوگوں کو عزت و احترام سے مخاطب کریں گے۔ تو وہ قدرتی اور لازمی طور پہ آپ کی باتوں میں دلچسپی لیں گے۔ اور صبر و تحمل اور توجہ سے آپ کے درس کو سُنیں گے۔

جب پولس رسول اگرپا بادشاہ کے سامنے جوابدہی کر رہا تھا۔ تو اُس نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ "میں منت کرتا ہوں کہ تحمل سے میری سُن لے" (اعمال ۲۶: ۳) جب کوئی شخص ہماری منت کرتا ہے۔ تو فوراً ہمارے دل میں اس کے لئے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے اور ہم اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور صبر و تحمل سے اُس کی بات سُنتے ہیں۔

وہ اپنے سامعین کو "**اے میرے بچو!**" کہہ کر پکارتا ہے۔ (گلتیوں ۴: ۱۹) یہ پیار اور محبت کے الفاظ ہیں۔ اچھا استاد اپنے شاگردوں کو اپنے بچے سمجھتا ہے۔ اگر وہ اُن کے ساتھ اپنے بچوں کا سا سلوک کرے گا۔ تو یقیناً وہ اس کی ہر بات کو پوری توجہ اور دھیان سے سُنیں گے۔

وہ گلتیوں ۶ : ۲۰ میں تیمتھیس کو "اے تیمتھیس!" کہہ کر پکارتا ہے۔ ہر ایک شخص قدرتی طور پر اپنے شخصی نام میں خاص دلچسپی لیتا ہے۔ اُس کا نام اُسے بہت عزیز ہوتا ہے۔ اور جب ہم اُس کا نام لے کر اُسے پکارتے ہیں تو وہ نہایت خوش اور شادمان ہوتا ہے اس سے وہ سمجھتا ہے۔ کہ ہم اُس میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ ہم خاص لگاؤ اور رشتہ رکھتے ہیں۔ اس لئے جب کبھی ہم اُس کے شخصی نام سے اُسے پکارتے ہیں۔ تو وہ فوراً اپنی توجہ کو ہماری طرف لگا دیتا ہے۔ اور ہماری بات سُنتا ہے۔ پولس رسول کی طرح ہر استاد کو دوسروں کی توجہ کو کھینچنے کے لئے اس نفسیاتی اصول کو یاد رکھنا چاہیے۔

پولس رسول جسمانی انداز سے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ مشہور ماہر نفسیات فِش رقمطراز ہے۔ کہ جسمانی انداز سے دوسروں کی توجہ از خود مبذول ہو جاتی ہے۔ اعمال ۱۳: ۱۴، ۱۶ میں مرقوم ہے۔ کہ پولس رسول "جا بیٹھا ...... اور کھڑا ہوا ...... اور کہا"۔ اعمال ۱۷: ۲۲ میں لکھا ہے۔ کہ پولس اریوپگس کے بیچ

میں کھڑا ہوا۔" اعمال ۱۷ : ۲۲ میں مندرج ہے۔ کہ "پولس اُن کے بیچ میں کھڑا ہوا۔"

اُستاد عبادت خانوں میں بیٹھ کر تعلیم دیتے تھے۔ یسوع نے پہاڑ پر بیٹھ کر تعلیم دی۔ پولس رسول بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر تعلیم دیتا تھا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے۔

بعض اوقات چھوٹے مجمعوں میں ہمیں بیٹھ کر تعلیم دینا پڑتی ہے۔ جب اُستاد اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے۔ تو شاگردوں پر اُس کا ایک خاص نفسیاتی اثر پڑتا ہے۔ شاگرد اپنے اُستاد کو اپنا خیرخواہ اور ہمدرد سمجھتے ہیں۔ وہ حصُولِ مقصد کے لئے اُستاد اور اپنے آپ کو ایک ہی سطح پر پاتے ہیں۔ اور یُوں وہ اپنے اُستاد میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ اور اس کے سبق پر پوری توجہ لگاتے ہیں۔

جب اُستاد بڑی جماعت کو کھڑے ہو کر سبق دیتا ہے۔ تو تمام جماعت کی توجہ اُس کی طرف لگ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اسے آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ کھڑا ہونے سے اُستاد چُست رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سکولوں اور کالجوں میں اُستاد کھڑے ہو کر تعلیم دیتے ہیں۔

پولس رسول اشارات سے بھی لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ چنانچہ اعمال ۱۳ : ۱۶ میں مرقوم ہے۔ کہ "پولس نے ہاتھ

سے اشارہ کر کے کہا۔" اعمال ۲۱ : ۴۰ میں لکھا ہے۔ کہ "جب اس (پولس) کو اجازت دی تو پولس نے سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ جب وہ چپ ہو گئے تو .... بولنے لگا۔" اعمال ۲۶ : ۱ میں مرقوم ہے۔ کہ پولس ہاتھ بڑھا کر اپنا جواب یُوں پیش کرنے لگا۔"

ان آیات میں ہم پولس رسول کو اپنی تعلیم میں اشارات استعمال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اشاروں سے سننے والوں کی توجہ لگاتار کھچی رہتی اور برقرار رہتی ہے۔ اشاروں سے پڑھانا ایک مؤثر طریقہ ہے۔ یہ ایک نفسیاتی اصُول ہے۔ کہ ساکن چیزوں کی بہ نسبت متحرک اشیاء توجہ کو اپنی طرف زیادہ کھینچ لیتی ہیں۔ چنانچہ اسی اصُول کو مدِنظر رکھتے ہوئے تربیتی سکولوں اور کالجوں میں اشاروں سے تعلیم دینا سکھایا جاتا ہے۔ ہر اُستاد کو اشاروں سے پڑھانا چاہیئے۔

پولس رسول لوگوں کی توجہ کو نہ صرف ہاتھ کے اشاروں سے کھینچ لیتا تھا۔ بلکہ وہ اپنی نظر کے اشاروں سے بھی توجہ ... کو کھینچ لیتا تھا۔ چنانچہ اعمال ۱۳ : ۹ ؛ ۱۴ : ۹ ؛ ۲۳ : ۱ میں مرقوم ہے۔ کہ "غور سے نظر کی"۔ "غور کر کے دیکھا"۔ "غور سے دیکھ کر کہا"۔

اس کی نظر نہ صرف لوگوں کو دیکھتی تھی۔ بلکہ ان کی توجہ کو کھینچ کر اُن سے کلام بھی کرتی تھی۔ لازم ہے۔ کہ ہر اُستاد سبق کے دوران طلباء کی طرف غور سے دیکھتا رہے۔ اور یوں ان کی توجہ کو کھینچے رکھے۔

پولس رسول لوگوں کی توجہ کو ڈرامائی عمل سے بھی اپنی طرف کھینچ

لیتا تھا۔ چنانچہ اعمال ۱۴: ۱۴-۱۵ میں مرقوم ہے۔ کہ "جب برنباس اور پولس رسولوں نے یہ سُنا تو اپنے کپڑے پھاڑ کر لوگوں میں جا کودے اور پُکار پُکار کر کہنے لگے۔ کہ لوگو! تم کیا کرتے ہو"؟

اِن آیات میں ہم پولس رسول کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دیتا ہے۔ اور لوگوں میں آ کودتا ہے۔ اور ان سے پکار پکار کر کلام کرتا ہے۔ بظاہر پولس رسول کی یہ حرکت مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آج کل کوئی استاد اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اور چھلانگیں مار مار کر اور چلّا چلّا کر تعلیم نہیں دیتا۔ اس کی ایسی حرکات طلباء اور اُساتذہ اور منتظمانِ مدرسہ کو معیوب اور ناخوشگوار معلوم ہونگی۔ اور اغلب ہے۔ کہ وہ فوراً اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائے۔

لیکن جیسا کہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں۔ پولس رسول ایک جیّد عالم اور ماہر نفسیات استاد تھا۔ اس لئے ہم اس کی ان غیر معمولی حرکات کے فلسفہ کو سمجھنے کے لئے اُن کے پس منظر پر نظر ڈالیں۔ اس وقت برنباس اور پولس لسترہ میں ہیں۔ یہاں ایک شخص ہے جو پاؤں سے لاچار ہے۔ اور جنم کا لنگڑا ہے۔ اسے کبھی چلنا نصیب نہیں ہوا۔ یہ لنگڑا پولس کو باتیں کرتا دیکھتا ہے۔ اور جب پولس اس کی طرف غور کر کے دیکھتا ہے۔ کہ اس میں شفا پانے کے لائق ایمان ہے۔ تو پولس اسے بڑی آواز سے کہتا ہے کہ اپنے پاؤں کے بل سیدھا

کھڑا ہو جا۔ پس وہ اُچھل کر چلنے پھرنے لگتا ہے۔ لوگ پولس کا یہ کام دیکھ کر بلند آواز سے کہتے ہیں۔ کہ آدمیوں کی صورت میں دیوتا اُتر کر ان کے پاس آئے ہیں۔ اور زیوس کا پجاری بَیل اور پھولوں کے ہار لا کر لوگوں کے ساتھ قربانی کرنا چاہتا ہے۔ جب برنباس اور پولس یہ سنتے ہیں۔ تو اپنے کپڑے پھاڑ کر لوگوں میں جا کودتے ہیں۔ اور چلّا چلّا کر لوگوں کو قربانی کرنے سے روکتے ہیں۔

جب پولس رسول جنم کے لنگڑے کو اچھا کرتا ہے۔ تو لوگ اُسے دیوتا سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اُس کے آگے قربانی کرنا چاہتے ہیں۔ پولس رسول واحد خدا کو مانتا تھا۔ اور اُسی کی تعلیم دیتا تھا۔ وہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ کہ لوگ اُسے الٰہی مرتبہ دیں۔ چنانچہ وہ لوگوں کی اس نازیبا حرکت کو دیکھ کر جوش میں آ جاتا ہے۔ اس کا راستباز غصّہ بھڑک اٹھتا ہے۔ ان دنوں کپڑے پھاڑنا انتہائی افسوس اور ملامت کا اظہار تھا۔ غرضیکہ وہ لوگوں کے اس فعل کی مذمت اپنے کپڑے پھاڑنے سے کرتا ہے۔ اور انہیں قربانی کرنے سے منع کرتا ہے۔ اور انہیں واحد خدا کی تعلیم دیتا ہے۔

پس پولس رسول کا اِس ڈرامائی فعل سے یہ مقصد تھا۔ کہ وہ لوگوں کی پوری توجہ کو اپنی تعلیم کی طرف مبذول کرے۔ نفسیاتی اصول یہ ہے۔ کہ عام اشیاء کی بہ نسبت غیر معمولی اشیاء توجہ کو زیادہ کھینچتی ہیں۔ اور پولس رسول اس نفسیاتی اصول کو اچھی طرح جانتا تھا

اسی اصول کی بنا پر سکولوں اور کالجوں میں ڈراموں کے ذریعہ سے تعلیم دی جاتی ہے۔

پولس رسول انتباہ سے بھی لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتا تھا۔ جب ہم کسی شخص کو کسی بات سے متنبہ کرتے ہیں۔ تو وہ فوراً اپنی توجہ کو ہماری طرف لگا دیتا ہے۔ وہ ہمارے انتباہ سے اپنے خطرہ اور نقصان کو محسوس کرتا ہے۔ نفسیاتی اصول ہے کہ خطرناک اور نقصان دہ اشیاء توجہ کو فوراً اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ پولس رسول اس اصول سے واقف تھا۔ چنانچہ وہ اعمال ۱۳ : ۴۰ میں کہتا ہے۔ "پس خبردار!"

پولس رسول زبان سے بھی لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتا تھا۔ چنانچہ اعمال ۲۲ : ۲ میں مرقوم ہے۔ کہ "جب انہوں نے سنا کہ ہم سے عبرانی زبان میں بولتا ہے۔ تو اور بھی چپ چاپ ہو گئے"۔

جب کوئی غیر ملکی شخص ہماری زبان میں ہم سے بولتا ہے۔ تو ہم اس کی بات کو بہت دلچسپی، شوق اور توجہ سے سنتے ہیں کیونکہ ہر شخص اپنی مادری زبان کو بہت پیار کرتا ہے۔ اور نفسیاتی اصول ہے۔ کہ جب دوسرے لوگ ہماری باتوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ تو ہم اپنی توجہ کو ان کی طرف پورے طور پر منعطف کر دیتے ہیں۔ پولس رسول اس نفسیاتی صداقت کو بھی اپنی تعلیم میں ملحوظ رکھتا تھا۔

اس آیت میں لکھا ہے۔ کہ وہ "اور بھی چپ چاپ ہو گئے"۔

اگر ہم تعلیم دیتے ہوں۔ اور سامعین آپس میں بات چیت کریں۔ تو ہم فوراً نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔ کہ وہ ہماری تعلیم میں دلچسپی نہیں لیتے۔ اس لئے وہ توجہ نہیں دیتے۔ لیکن اگر چپ چاپ ہوں تو ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ وہ ہماری تعلیم میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور ہماری تعلیم کو توجہ سے سنتے ہیں۔

پولس رسول معجزات سے بھی لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اس نے لسترہ (اعمال ۱۴ : ۸ - ۱۸) اور افسس (اعمال ۱۹ : ۱۱ - ۱۲) اور ملیتے (اعمال ۲۸ : ۱ - ۱۰) میں معجزات کر کے لوگوں کی دلچسپی کو بیدار کیا۔ اور یوں ان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ نفسیاتی صداقت ہے۔ کہ فوق الفطرت امور اور واقعات توجہ کو شدت اور سرعت سے کھینچ لیتے ہیں۔

پولس رسول توجہ کو بلا سعی و کوشش حاصل کرتا تھا۔

وہ "شعور کو مرکوز" کرنے کے لئے اشیائے گرد و نواح کو استعمال کرتا تھا۔ یعنی وہ ایسی اشیاء استعمال کرتا تھا جن سے اس کے سامعین مانوس ہوتے تھے اور جن کا وہ احترام کرتے تھے یہ اشیاء سہل الحصول اور سہل الاستعمال ہوتی تھیں۔ وہ ان اشیاء کو لے کر ماہر نفسیات کی طرح ان کو اپنی تعلیم کے ساتھ وابستہ کرتا تھا۔ فن تعلیم میں اس اصول کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ہم مندرجہ ذیل مثالوں میں دیکھیں گے۔ کہ معلم اعظم پولس رسول کس طرح اپنی تعلیم میں اس صداقت

کو ملحوظِ خاطر رکھتا تھا۔

پِسدیہ کے انطاکیہ میں اُس نے اپنے سامعین کی مذہبی تواریخ بیان کی اور جب وہ پُوری توجہ سے اپنی مذہبی تواریخ سُن رہے تھے۔ تو اُس نے ماہر نفسیات کی طرح فوراً اُن کی توجہ کو مسیحی تواریخ کی طرف مبذول کر دیا۔ کیا یہ اُس کے ماہر نفسیات ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ (پڑھیئے اعمال ۱۳ باب) اس طرح آگے اُن کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے میں قطعاً دِقت محسوس نہ ہوئی۔ اچھا مُعلم ایسا ہی کرتا ہے۔

تربیتی سکولوں اور کالجوں میں اُستاذ کو تعلیم دینے کے دو طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ پہلا طریقہ ہے: "معلوم سے نامعلوم کی طرف چلنا" اور دوسرا طریقہ ہے: "نامعلوم سے معلُوم کی طرف چلنا"۔ دونوں طریقے توجہ کو کھینچنے کی نفسیات پر مبنی ہیں۔

اس مثال میں پولُس رسُول "معلوم سے نامعلوم کی طرف چلنے" کا طریقہِ تعلیم استعمال کرتا ہے۔

اتھینے میں پولُس رسُول نے فلاسفروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ "میں نے سَیر کرتے اور تمہارے معبُودوں پر غور کرتے وقت ایک ایسی قربانگاہ بھی پائی جس پر لکھا تھا: نامعلوم خدا کے لئے" (اعمال ۱۷: ۲۳)

پولُس رسُول اتھینے میں ایک قُربانگاہ دیکھتا ہے۔ اس قُربانگاہ

سے سب لوگ واقف تھے۔ وہ اُس کا بہت احترام کرتے تھے۔ اُس پر وہ ایک ایسے خدا کے لئے قربانیاں چڑھایا کرتے تھے۔ جسے وہ نہیں جانتے تھے۔ اُنہیں اُس خدا کا کوئی علم نہ تھا۔ پولُس رسُول اُس قربانگاہ کی طرف فلاسفروں کی توجہ لگاتا ہے۔ اور جب اُن کی توجہ نامعلوم خدا کی طرف لگ جاتی ہے۔ تو وہ فوراً ماہر نفسیات کی طرح اس توجہ کو معلوم خدا کی طرف لگا دیتا ہے۔ اور اُن سے کہتا ہے: "پس جس کو تم بغیر معلوم کئے پُوجتے ہو میں تم کو اسی کی خبر دیتا ہوں۔ جس خدا نے دنیا اور اس کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ وہ آسمان اور زمین کا مالک ہو کر ہاتھ کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔ نہ کسی کا محتاج ہو کر آدمیوں کے ہاتھوں سے خدمت لیتا ہے۔ کیونکہ وہ تو خود سب کو زندگی اور سانس اور سب کچھ دیتا ہے۔ اور اُس نے ایک ہی اصل سے آدمیوں کی ہر ایک قوم تمام رُوئے زمین پر رہنے کے لئے پیدا کی اور ان کی میعادیں اور سکونت کی حدیں مُقرر کیں تاکہ خدا کو ڈھونڈیں شاید کہ ٹٹول کر اُسے پائیں ہر چند وہ ہم میں سے کسی سے دُور نہیں کیونکہ اُسی میں ہم جیتے اور چلتے پھرتے اور موجُود ہیں۔ جیسا تمہارے شاعروں میں سے بھی بعض نے کہا ہے۔ کہ ہم تو اُسکی نسل بھی ہیں۔ پس خدا کی نسل ہو کر ہم کو یہ خیال کرنا مُناسب نہیں کہ ذاتِ الٰہی اس سونے یا روپے یا پتھر کی مانند ہے۔ جو آدمی کے ہُنر اور ایجاد سے گھڑے گئے ہوں

پس خدا جہالت کے وقتوں سے چشم پوشی کر کے اب سب آدمیوں کو ہر جگہ حکم دیتا ہے۔ کہ توبہ کریں۔ کیونکہ اس نے ایک دن ٹھہرایا ہے۔ جس میں وہ راستی سے دُنیا کی عدالت اُس آدمی کی معرفت کریگا۔ جسے اس نے مقرر کیا ہے۔ اور اسے مُردوں میں سے جلا کر یہ بات سب پر ثابت کر دی ہے" (اعمال ۱۷: ۳۰، ۳۱)

اس مثال میں پولُس رسُول نے موجودہ طریقۂ تعلیم "نامعلوم سے معلوم کی طرف" استعمال کیا ہے۔ یہ طریقہ بھی توجہ کو کھینچنے کے نفسیاتی اصُول پر مبنی ہے۔

۲- ادراک (PERCEPTION)

ادراک دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ ادراک ہے جسے ہم باطنی ادراک کہتے ہیں۔ دوسرا وہ ادراک ہے۔ جسے ہم حسّی ادراک کہتے ہیں۔ جب ہمارا دماغ اندر کی طرف نظر ڈال کر اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کا اور اپنے خیالات اور احساسات کا شعور حاصل کرتا ہے۔ تو ہم اُسے باطنی ادراک کہتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر ہم یُوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب ہمارا دماغ کسی چیز۔ نظریہ یا سچائی سے آگاہ اور واقف ہو جاتا ہے۔ تو ہم اسے باطنی ادراک کہتے ہیں۔ کسی فرد یا کسی حسّی اور موجُودہ شے کے علم کو حسّی ادراک کہتے ہیں۔

پولُس رسول دونوں قسم کے ادراک کو مندرجہ ذیل آیات میں متاثر کرتا ہے:-

"غرض اے بھائیو! جتنی باتیں سچ ہیں اور جتنی باتیں شرافت کی ہیں اور جتنی باتیں واجب ہیں۔ اور جتنی باتیں پاک ہیں اور جتنی باتیں پسندیدہ ہیں۔ اور جتنی باتیں دلکش ہیں غرض جو نیکی اور تعریف کی باتیں ہیں۔ ان پر غور کیا کرو" (فلپیوں ۴: ۸)

ان آیات میں لفظ "غور" استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ یونانی لفظ "لوگی زمائے" کا ترجمہ ہے۔ پولُس رسُول نے اس لفظ کو اپنے خطوط میں ۲۷ مرتبہ استعمال کیا ہے۔ اس لفظ کا اصلی مطلب ہے۔ باطنی طور پر حساب لگانا۔ گِننا۔ وجُوہات کا موازنہ کرنا۔ سوچ بچار کرنا۔

ان آیات میں پولُس رسُول خود مختار اور اخلاقی قوتِ فیصلہ کو متاثر کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ اُن باتوں کی قدر و قیمت کا غور و فکر سے اندازہ اور موازنہ کیا جائے۔ جو ان آیا میں مندرج ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ پولُس رسُول ان آیات میں اپنے شاگردوں کی ایسی زندگی میں تربیّت کرنے کی جستجو کر رہا ہے۔ جس کی ذہنی قوتیں پورے طور پر کام کرتی ہیں۔ اور ہمیشہ سچی۔ شریف۔ واجب۔ پاک پسندیدہ دِلکش۔ نیک اور قابلِ تعریف مقاصد اور اعمال کی طرف گامزن ہوتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مادی چیزوں میں مشابہات اور اختلافات دریافت کرنے کی عادت اعلیٰ تر چیزوں میں امتیاز کرنے کی عمدگی پیدا کرتی ہے۔ اور فطرت میں خوشنما چیزوں کا ادراک کرنے اور ان سے محبّت کرنے سے اخلاقی دُنیا میں خوشنما چیزوں کی بصیرت حاصل

ہوتی ہے۔ اور ان آیات کی روشنی میں یہ بات پولُس رسُول پر ٹھیک طور پر عائد ہوتی ہے۔

"جو باتیں تم نے مجھ سے سیکھیں اور حاصل کیں اور سُنیں اور مجھ میں دیکھیں ان پر عمل کیا کرو" اس آیت میں پولُس رسول اپنے شاگردوں کے حسّی ادراک کو متاثر کر رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بطور مُدرک شے پیش کر کے بصری اور سمعی ادراک کی بنا پر اپنے شاگردوں میں عاداتِ عمل کی جستجو کر رہا ہے۔ اور فی الحقیقت یہ اعلیٰ قسم کی مُعلمیّت ہے۔ وہ اپنی تعلیم میں اپنے آپ کو بطورِ نمونہ پیش کرتا ہے۔ وہ فلپیوں ۳: ۱۷ میں بھی کہتا ہے۔ کہ "اے بھائیو! تم سب مل کر میری مانند بنو اور ان لوگوں کو پہچان رکھو۔ جو اس طرح چلتے ہیں۔ جس کا نمونہ تم ہم میں پاتے ہو"۔ ہمیں تعلیمی کام میں ہمیشہ یہ صداقت ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیئے کہ اخلاقی عمل سے اخلاق بصیرت صادر ہوتی ہے۔ بہ الفاظِ دیگر اخلاقی عمل عِلّت ہے۔ اور اخلاقی بصیرت معلول ہے۔ اگرچہ پولُس رسُول کے خیال کی ترتیب میں بصیرت عمل سے پہلے وقوع میں آتی ہے۔ تاہم بصیرت، عمل پر موقوف ہے۔

۳- یاد (MEMORY)

تجربہ شُدہ اشیاء اور واقعات کی تصوّری تجدید کو یاد کہتے ہیں بہ الفاظ دیگر یاد سے مراد کسی گذشتہ ذاتی تجربے کی ذہنی بازطلبی

ہے۔ یاد ہمیشہ ماضی کی ہوتی ہے۔ لیکن یاد محض ماضی سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ صرف "ہمارے اپنے" ماضی سے تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا یاد ہمارے اُن پُرانے تجربات کی بازطلبی کا نام ہے۔ جن کا ہم خود تجربہ کر چکے ہیں۔ ماہرینِ نفسیات کے نزدیک یاد تین اعمال پر مشتمل ہے۔ یعنی حافظہ۔ بازیافت اور شناخت پر انہیں یاد کا عملِ ثلاثہ بھی کہا جاتا ہے۔ پہلے ہم ایک تجربہ حاصل کرتے ہیں۔ پھر اس تجربہ کو ذہن میں "محفوظ" رکھتے ہیں۔ اور بوقتِ ضرورت اس کی "بازیافت" کرتے ہیں۔ یعنی اپنے ذہن میں دوبارہ لاتے ہیں۔ اور پھر اس کی "شناخت" کرتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا اپنا پرانا تجربہ ہے۔

یاد کی متعدد قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ مثلاً بُری اور اچھی یاد۔ مکمل اور غیر مکمل یاد۔ تیز اور سُست یاد۔ مفید اور غیر مفید یاد۔ میکانکی اور عقلی یاد۔ فعال اور منفعل یاد وغیرہ لیکن یہ تمام اقسام واضح طور پر ایک دوسری سے مختلف نہیں۔ پولُس رسُول زیادہ تر عقلی یاد کو متاثر کیا کرتا تھا۔

پولُس رسول ادراک کے ذریعہ سے یاد کو متاثر کیا کرتا تھا۔ ادراک سے مراد وہ ادراک ہے۔ جس کے معانی کا انحصار حواس کی بجائے گذشتہ تجربات پر ہو۔ ادراک میں یاد کو دخل حاصل ہوتا ہے۔ یاد کا کام پرانے اور نئے تجربات کو یکجا کرنا ہے۔ اس کے بغیر پہچان اور واقفیت ممکن نہیں۔ ادراک ایک متزاجی

تجربہ ہے۔ جس میں پرانے اور نئے تجربات کی آمیزش لازمی ہے۔ چنانچہ اس پرانے اور نئے تجربات کی آمیزش ہی کو ہم ادراک کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہر ادراک ادراک ہے۔ پولس رسول نے لوگوں کو نئے خیالات کے لئے تیار کرنے اور اُن کی ترجمانی کرنے کے لئے ایسے خیالات معلومہ استعمال کئے جن میں سے بعض پرانے اور مسلّمہ حقائق تھے۔

پسدیہ کے انطاکیہ میں تعلیم دیتے وقت اس نے اپنے سامعین کو اپنے نئے پیغام کے لئے تیار کرنے کے لئے ان کی اس پرانی تواریخ کا بیان کیا جسے وہ بہت پیار کرتے تھے۔ چنانچہ اُس نے اِس مقصد کے لئے مصر سے رہائی (اعمال ۱۳: ۱۷)۔ بیابانی تجربہ (اعمال ۱۳: ۱۸)۔ کنعان کی میراث (اعمال ۱۳: ۱۹)۔ قاضیوں (اعمال ۱۳: ۲۰) سیموایل (اعمال ۱۳: ۲۰) ساؤل (اعمال ۱۳: ۲۱) اور داؤد (اعمال ۱۳: ۲۲) کا بیان کیا اور اس کے بعد وہ اپنے مضمون کی (یسوع ہی مسیح ہے) یوحنا اصطباغی کی گواہی (اعمال ۱۳: ۲۴) نبیوں کی پیشنگوئی (اعمال ۱۳: ۲۷) اور مسیح کی قیامت کے زندہ گواہوں کی تصدیق (اعمال ۱۳: ۳۱) سے پرانی تعلیم کو نئی تعلیم سے نقطہ بہ نقطہ پیوست کرتا چلا گیا۔

اتھینے میں اُس نے اپنے سامعین کے سامنے نئی سچائی کو پیش کرنے کے لئے مشہور قربانگاہ اور اس کی معلومہ عبارت کو استعمال کیا (اعمال ۱۷: ۲۳)

پولس رسول کے خطوط کے خطابات سے بھی صاف

ظاہر ہے کہ وہ اپنے سیکھنے والوں کے ادراک کو متاثر کیا کرتا تھا۔ ملاحظہ کیجئے رومیوں ۱: ۱-۷ فلپیوں ۱: ۱-۳؛ کلسیوں ۱: ۱-۳؛ ۱ تھسلنیکیوں ۱: ۱-۳؛ ۲ تیمتھیس ۱: ۱-۷؛ فلیمون ۱-۷

پولس رسول نے اِفسس میں مندرجہ ذیل اسباق سکھانے کے لئے گذشتہ واقعات کے صاف بیانات کے ذریعہ سے بھی قوتِ یاد کو متاثر کیا:

وفاداری: "تم خود جانتے ہو کہ پہلے ہی دن سے کہ مَیں نے آسیہ میں قدم رکھا ہر وقت تمہارے ساتھ کس طرح رہا یعنی کمال فروتنی سے اور آنسو بہا بہا کر اور اُن آزمائشوں میں جو یہودیوں کی سازش کے سبب سے مجھ پر واقع ہوئیں خداوند کی خدمت کرتا رہا" (اعمال ۲۰: ۱۸-۱۹)

حُسنِ اخلاق: "اس لئے جاگتے رہو اور یاد رکھو کہ مَیں تین برس تک رات دن آنسو بہا بہا کر ہر ایک کو سمجھانے سے باز نہ آیا" (اعمال ۲۰: ۳۱)

فیاض خدمت: "تم آپ جانتے ہو کہ انہی ہاتھوں نے میری اور میرے ساتھیوں کی حاجتیں رفع کیں۔ مَیں نے تم کو سب باتیں کر کے دکھا دیں کہ اس طرح محنت کر کے کمزوروں کو سنبھالنا اور خداوند یسوع کی باتیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس نے خود کہا دینا لینے سے مبارک ہے"۔ (اعمال ۲۰: ۳۴-۳۵)

مخصوصیت: "اپنی دعاؤں میں بلاناغہ تجھے یاد رکھتا ہوں اور تیرے

آنسوؤں کو یاد کر کے رات دن تیری ملاقات کا مشتاق رہتا ہوں۔ تاکہ خوشی سے بھر جاؤں اور مجھے تیرا وہ بے ریا ایمان یاد دلایا گیا ہے۔ جو پہلے تیری نانی لوئس اور تیری ماں یونیکے رکھتی تھیں اور مجھے یقین ہے کہ تو بھی رکھتا ہے۔ اسی سبب سے میں تجھے یاد دلاتا ہوں کہ تو خدا کی اس نعمت کو چمکا دے جو میرے ہاتھ رکھنے کے باعث تجھے حاصل ہے" (۲ تیمتھیس ۱: ۴-۶)

اُس نے دلچسپی اور ہمدردی پیدا کرنے کے لئے قوتِ یاد کو متاثر کیا۔ مثلاً جب وہ فیلکس کے سامنے حاضر تھا۔ تو اُس نے کہا: "چونکہ میں جانتا ہوں کہ تو بہت برسوں سے اس قوم کی عدالت کرتا ہے۔ اس لئے میں خاطر جمعی سے اپنا عُذر بیان کرتا ہوں۔ تو دریافت کر سکتا ہے۔ کہ بارہ دن سے زیادہ نہیں ہوئے کہ میں یروشلم میں عبادت کرنے گیا تھا" (اعمال ۲۴: ۱۰-۱۱) اور جب وہ اگرپا کے سامنے تھا تو اس نے کہا "چنانچہ بادشاہ جس سے میں دلیرانہ کلام کرتا ہوں یہ باتیں جانتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی اس سے چھپی نہیں کیونکہ یہ ماجرا کہیں کونے میں نہیں ہوا" (اعمال ۲۶: ۲۶)

اُس نے اپنے آپ میں دوسروں کا اعتماد حاصل کرنے اور وقار قائم کرنے کے لئے قوتِ یاد کو متاثر کیا۔ مثلاً اس نے جہاز پر طوفان میں کرِیتے سے سفر کرنے کے خلاف یوں مشورہ دیا "اے صاحبو! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر میں تکلیف اور بہت نقصان ہوگا۔

نہ صرف مال اور جہاز کا بلکہ ہماری جانوں کا بھی" (اعمال ۲۷: ۱۰) - اے صاحبو! لازم تھا۔ کہ تم میری بات مان کر کرِیتے سے روانہ نہ ہوتے اور یہ تکلیف اور نقصان نہ اٹھاتے" (اعمال ۲۷: ۲۱)

اس نے یاد کی بنا پر اپنے سامعین سے اپنی تعلیمات کے دلی جواب کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "پس میں تمہاری منت کرتا ہوں کہ میری مانند بنو۔ اسی واسطے میں نے تیمتھیس کو تمہارے پاس بھیجا۔ وہ خداوند میں میرا پیارا اور دیانتدار فرزند ہے۔ اور میرے اُن طریقوں کو جو مسیح میں ہیں۔ تمہیں یاد دلائیگا۔ جس طرح میں ہر جگہ ہر کلیسیا میں تعلیم دیتا ہوں" - (۱ کرنتھیوں ۴: ۱۶-۱۷)

۴- تخیّل (IMAGINATION)

ذہن کی تصویر بنانے والی قوت کو تخیل کہتے ہیں۔ اسی لئے ذہنی تصورات کی اصطلاح استعمال کیجاتی ہے۔ یاد کی طرح تخیل بھی گذشتہ واقعات اور تجربات کی بازطلبی سے تعلق رکھتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یاد سے مراد صرف ماضی کی بازیافت ہے۔ مگر تخیّل صرف بازیافت ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں بازیافتہ تجربات کی کم و بیش ترمیم بھی شامل ہوتی ہے۔ تخیّل میں ماضی کے تجربات اپنی اصلی شکل اور ترتیب میں وارد نہیں ہوتے بلکہ بدلے ہوئے انداز میں وارد ہوتے ہیں تخیل کے عناصر یا سادہ تصوّرات اس لحاظ سے پُرانے ہوتے ہیں۔ کہ وہ ماضی کے تجربات کی بازیافت ہوتے ہیں۔ لیکن ان عناصر کا امتزاج کم و بیش نیا ہوتا

ہے۔ تخیّل میں ہم اپنے بازیافتہ تصوّرات کو اس طرح ملاتے ہیں اور اس نئے انداز سے شکل دیتے ہیں کہ اُن میں ایک ندرت پیدا ہو جاتی ہے۔ مختصراً ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ تخیّل ایک ذہنی اختراع ہے۔ جس کا تعلق یادکی طرح ماضی کی بازیافت ہی سے نہیں بلکہ نئی بات پیدا کرنے سے بھی ہے۔ تخیّل میں بازیافتہ عناصر اپنی باہمی آمیزش سے ایک نئی چیز پیدا کر دیتے ہیں جس کا پہلے تجربہ نہیں ہوتا۔

یادکی قسموں کی طرح تخیّل کی قسموں کا انحصار بھی اس توجہ پر ہوتا ہے۔ جو اُس میں پائی جاتی ہے۔ اگر تخیّل میں منفعل توجہ پائی جائے تو اسے منفعل تخیّل کہا جاتا ہے۔ اور اگر فعال توجہ پائی جائے تو اس کو فعال تخیّل کا نام دیا جاتا ہے۔

منفعل تخیّل کو آزاد تخیّل بھی کہتے ہیں۔ یہ منفعل توجہ کی حالت میں پایا جاتا ہے۔ جبکہ ہمارے خیالات میکانکی اور فوری طور پر بغیر کسی مقصد کے ہمارے ذہن میں وارد ہوتے ہیں۔ افسانوں میں اور اسی طرح دن کے خوابوں میں ہمارا تخیّل منفعل ہوتا ہے۔

فعال تخیّل کو منضبط تخیّل بھی کہتے ہیں۔ آزاد تخیّل کے برعکس یہ تخلیقی اور اختراعی ہوتا ہے۔ اس میں فعال توجہ پائی جاتی ہے۔ اس کے پیشِ نظر کوئی نصب العین ہوتا ہے۔ ہماری ہر قسم کی تدبیروں۔ تجویزوں اور منصوبہ بندیوں میں فعال تخیّل ہی کارفرما ہوتا ہے۔

تخلیقی تصوّرات کی جماعت بندی یُوں کیجا سکتی ہے۔ وہمی۔

حقیقی اور خیالاتی۔ وہمی تصوّرات میں تشبیہات۔ استعارات اور متشابہات کی بھرمار ہوتی ہے۔ پولس رسُول نے اپنی تعلیمات میں تشبیہات اور استعارات وغیرہ کا بکثرت استعمال کیا ہے۔

تشبیہہ (simile) پولس رسُول نے اپنی تعلیم میں تشبیہہ استعمال کی۔ تشبیہہ سے مراد ہے۔ دو اشیاء کا رسمی مقابلہ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ کیونکہ جس طرح ہمارے ایک بدن میں بہت سے اعضاء ہوتے ہیں۔ اور تمام اعضاء کا کام یکساں نہیں اُسی طرح ہم بھی جو بہت سے ہیں۔ مسیح میں شامل ہو کر ایک بدن ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے اعضاء" (رومیوں ۱۲: ۴-۵)

"جس طرح گناہ نے موت کے سبب سے بادشاہی کی اسی طرح فضل بھی .... راستبازی کے ذریعہ سے بادشاہی کرے"

(رومیوں ۵: ۲۱)

اس نے تشبیہہ اس قدر استعمال کی ہے۔ کہ اس کی اور کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

استعارہ (Metaphor) مخفی تشبیہہ ہوتا ہے۔

"تا ایسا نہ ہو کہ میری اس وقت کی یا اگلی دوڑ دھوپ بیفائدہ جائے" (گلتیوں ۲: ۲) تاکہ شریعت کا تقاضا ہم میں پُورا ہو جو جسم کے مطابق نہیں بلکہ رُوح کے مطابق چلتے ہیں۔" (رومیوں ۸: ۴)

"اور تم سب جتنوں نے مسیح میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا مسیح کو پہن لیا" (گلتیوں ۳: ۲۷)

اس کے استعارہ کے استعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس نے اپنے تصورات مندرجہ ذیل باتوں سے اخذ کئے:۔

جنگ سے:۔

"تاکہ تو ۔۔۔ اچھی لڑائی لڑتا رہے" (۱ تیمتھیس ۱:۱۸) اور دیکھئے: ۲ کرنتھیوں ۱۰:۴؛ افسیوں ۶:۱۳-۱۹؛ ۲ تیمتھیس ۲:۳؛ ۴:۶)

فنِ تعمیر سے:۔

"تو بھی خدا کی مضبوط بنیاد قائم رہتی ہے۔ اور اُس پر یہ مہر ہے" (۲ تیمتھیس ۲:۱۹) اور دیکھئے: ۱ کرنتھیوں ۳:۹، ۱۰، ۱۶، ۱۷؛ افسیوں ۲:۲۰-۲۲؛ ۱ تیمتھیس ۳:۱۳، ۱۵۔

زراعت سے:۔

"جو کسان محنت کرتا ہے پیداوار کا حصّہ پہلے اُسی کو ملنا چاہیے" (۲ تیمتھیس ۲:۶) اور دیکھئے: رومیوں ۵:۵؛ ۱۱:۱۷؛ ۱ کرنتھیوں ۳:۹؛ ۹:۱۰-۱۱؛ گلتیوں ۶:۸؛ ۱ تیمتھیس ۴:۱۰؛ ۵:۱۷-۱۸؛ ۶:۱۰؛ ططس ۱:۱۳؛ ۳:۱۴۔

یونانی کھیلوں سے:۔

"دنگل میں مقابلہ کرنے والا بھی اگر اس نے باقاعدہ مقابلہ نہ کیا ہو تو سہرا نہیں پاتا" (۲ تیمتھیس ۲:۵) اور دیکھئے: ۱ کرنتھیوں ۹:۲۵؛ افسیوں ۶:۲۲؛ ۱ تیمتھیس ۴:۷؛ ۶:۱۲؛ ۲ تیمتھیس ۴:۷)

رُومی قانون سے:

"تاکہ ہم اس کے فضل سے راستباز ٹھہر کر ہمیشہ کی زندگی کی اُمید کے مطابق وارث بنیں" (ططس ۳:۷)۔

"کیونکہ تم کو غلامی کی رُوح نہیں ملی۔ جس سے پھر ڈر پیدا ہو بلکہ لے پالک ہونے کی رُوح ملی جس سے ہم ابّا یعنی اے باپ کہہ کر پکارتے ہیں" (رومیوں ۸:۱۵)

سمندری زندگی سے:۔

"بعض لوگوں کے ایمان کا جہاز غرق ہو گیا" (۱ تیمتھیس ۱:۱۹)۔

تجارتی زندگی سے:۔

"دینداری کو نفع ہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں" (۱ تیمتھیس ۶:۵)

شکاری زندگی سے:۔

"ابلیس کے پھندے میں نہ پھنسے" (۱ تیمتھیس ۳:۷)

پولُس رسُول نے مندرجہ ذیل اصطلاحات بھی استعمال کیں:۔

اجتماعِ نقیضین:۔ "کیونکہ جب میں کمزور ہوتا ہوں اُسی وقت زورآور ہوتا ہوں" (۲ کرنتھیوں ۱۲:۱۰) "اگر کوئی تم میں اپنے آپ کو اس جہان میں حکیم سمجھے تو بیوقوف بنے تاکہ حکیم ہو جائے" (۱ کرنتھیوں ۳:۱۸)

علمِ منطق میں دو نقیض باتیں نہ تو دونوں درست ہوتی ہیں۔ اور نہ ہی دونوں غلط ہوتی ہیں۔ البتہ اُن میں سے ایک درست ہوتی

ہے۔ اور دوسری غلط۔ لیکن دونوں درست نہیں ہو سکتیں یعنی دونوں کا اجتماع محال ہے۔ اسی لئے ہم علم منطق میں یہ اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ کہ اجتماعِ نقیضین محال ہے۔ لیکن پولس رسول دونوں آیات میں اجتماعِ نقیضین پیش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ کہ "جب میں کمزور ہوتا ہوں اُسی وقت زور آور ہوتا ہوں"۔ "اگر کوئی تم میں اپنے آپ کو اس جہان میں حکیم سمجھے تو بیوقوف بنے تا کہ حکیم ہو جائے"۔ بظاہر کمزوری اور زور آوری ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ اسی طرح بیوقوفی اور حکمت ایک دوسری کی نقیض ہیں۔ ہم منطقی طور پر استدلال کرتے ہیں۔ کہ زور آوری کے لئے کمزوری کا لزوم محال ہے۔ اور اسی طرح حکمت کے لئے بیوقوفی کا لزوم بھی محال ہے۔ لہذا از رُوئے منطق پولس رسول کی دونوں آیات ناقابلِ تسلیم ہیں۔ لیکن پولس رسول اس منطقی استدلال کو بخوبی جانتا تھا۔

در اصل پولس رسول اِن آیات میں دکھاتا ہے۔ کہ علمِ منطق میں اجتماعِ نقیضین محال ہے۔ لیکن علمِ رُوحانیت میں اجتماعِ نقیضین ممکن بلکہ لازمی ہے۔ اُسے ان آیات میں یہ دکھانا مقصود ہے کہ خدا کا فضل ایک ایسی شے ہے۔ جو منطقی اور فلسفیانہ اصُولات اور استدلال کی حدود سے تجاوز کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے وہ ان آیات میں بیان کرتا ہے۔ کہ ہماری زور آوری کیلئے ہماری کمزوری لازمی ہے۔ یعنی جب تک ہم اپنے آپ کو کمزور محسوس نہیں

کریں گے۔ تب تک ہم زور آور نہیں ہو سکتے۔ جس قدر ہم اپنے آپ کو کمزور سمجھ کر خدا کے فضل پر بھروسہ رکھیں گے۔ اُسی قدر ہم روحانی طور پر زور آور ہونگے۔ اسی طرح وہ بیان کرتا ہے۔ کہ اگر ہم اپنا عقلی فخر ترک کر دیں گے تو لازمی طور پر رُوحانی امور کی حکمت اور بصیرت حاصل کرینگے غرضیکہ اس کے نزدیک رُوحانیت میں اجتماعِ نقیضین ممکن بلکہ لازمی ہے۔

لازم ہے کہ ہر ایک مذہبی استاد اس صداقت کو اپنی تعلیم میں ہمیشہ یاد رکھے۔

کنایہ:۔ "کیا یہ مجھ سے خطا ہوئی کہ میں نے تمہیں خدا کی خوشخبری مُفت پہنچا کر اپنے آپ کو پست کیا تا کہ تم بلند ہو جاؤ"! (۲ کرنتھیوں ۱۱:۷)

یہاں پولس رسول اپنی خطا کا اعتراف نہیں کرتا بلکہ اپنے حق بجانب ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مُبالغہ:۔ اُس نے کسی بات پر زور دینے کے لئے مبالغہ بھی استعمال کیا۔

"اوّل تو میں تم سب کے بارے میں یسُوع مسیح کے وسیلہ سے اپنے خدا کا شکر کرتا ہوں کہ تمہارے ایمان کا تمام دنیا میں شہرہ ہو رہا ہے۔" (رومیوں ۱:۸)

یہاں پولس رسول کا فقط یہی مطلب ہے۔ کہ اُسکے سامعین کے ایمان کو وسیع پیمانہ پر شہرت حاصل ہے۔

استدلال فکر کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ اور یہ صرف انسان ہی کا حصہ ہے۔ استدلال کا مطلب ہے کسی دیئے ہوئے مواد سے کوئی نتیجہ نکالنا۔ استدلال کے موضوع سے دراصل علم منطق تعلق رکھتا ہے۔ علم منطق ہمیں بتاتا ہے۔ کہ استدلال کو منطقی طور پر درست ہونے کے لئے کون سی شرائط پوری کرنی چاہئیں۔ نفسیات استدلال کے درست یا غلط ہونے سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اس کا کام محض یہ دیکھنا ہے۔ کہ استدلال میں ہمارا ذہنی عمل کیسا ہوتا ہے۔

استدلال محض یاد کے فوری استعمال پر ہی مشتمل نہیں ہوتا۔ کسی کھوئے ہوئے نام کا کچھ سوچ کے بعد یاد آ جانا فکر تو ہے مگر استدلال نہیں لیکن اس کے برعکس اگر ہم اپنی گمشدہ کتاب کے متعلق اس طرح سوچیں" کہ کتاب وہیں ہوگی۔ جہاں میں نے اُسے آخری مرتبہ استعمال کیا تھا۔ میں نے اُسے آخری مرتبہ مطالعہ کے بعد کمرہ میں رکھا تھا۔ لہٰذا وہ وہیں ہوگی۔" تو یہ استدلال ہوگا۔ لفظ "لہٰذا" ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہم اپنے یاد کردہ مواد یا حقائق سے نتیجہ اخذ کر رہے ہیں۔

ہم استدلال میں یاد اور موجودہ مشاہدہ حقائق کو پیش کرتے ہیں۔ پھر ہم ان حقائق کو ملا کر دیکھتے ہیں کہ ان سے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ نتیجہ نکالنے کے بعد ہم اپنے نتیجہ کی پڑتال کرتے ہیں۔ چنانچہ عمل استدلال مندرجہ ذیل چار جزوی اعمال پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۱) مواد کا جمع کرنا۔ (۲) مواد کا ملانا۔ (۳) مواد سے نتیجہ نکالنا۔

(۴) نتیجہ کی پڑتال کرنا۔

استدلال کے یہ جزوی اعمال ہمیشہ اسی ترتیب سے واقع نہیں ہوتے اب ہم ذیل میں ان اعمال کا نہایت مختصر طور پر علیحدہ علیحدہ مطالعہ کریں گے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تمام اعمال ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں۔

۱۔ **مواد کا جمع کرنا:۔** جب ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو ہمارا استدلال اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ذہنی تحقیق پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہم اپنے ماضی کے تجربات یا حقائق کو ذہن میں لاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے مسئلہ میں کہاں تک ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ اگر ہماری اختیار کردہ راہ بیکار ہو۔ تو ہم اسے ترک کر دیتے ہیں۔ اور کوئی دوسری راہ اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے گذشتہ تجربات کی اس بازطلبی کو جو ہمیں اپنے مسئلہ کے حل میں مدد دیتی ہے۔ مواد کا جمع کرنا کہتے ہیں۔

۲۔ **مواد کا ملانا:۔** مواد کو جمع کرنے کے بعد اُسے آپس میں ملایا جاتا ہے۔ تاکہ اس کے باہمی رشتوں کو دیکھا جا سکے۔ مواد کے ملانے سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کا کونسا حصّہ بے کار یا بے ربط ہے۔ بعض اوقات مواد بہت زیادہ وسیع ہونے کے باعث ہماری وسعتِ فہم (SPAN OF APPREHENSION) میں نہیں آ سکتا۔ ایسی صورت میں مواد کے بے کار اور بے ربط حصّوں کو ترک کر دیا جاتا

ہے۔ اور باقیما ندہ مواد کو باہم ملا دیا جاتا ہے۔

۳۔ مواد نتیجہ اخذ کرنا:۔ استدلال کے عمل میں یہ سب سے اہم قدم ہے۔ درست مواد میں نتیجہ موجود ہوتا ہے۔ مگر اسے دیکھنے کے لئے ہمیں مواد پر کچھ محنت کرنا پڑتی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک موٹر ۳۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہی ہے۔ اور دوسری موٹر کار اس کے پیچھے ۴۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آ رہی ہے۔ پہلی موٹر کار دوسری سے ایک گھنٹہ پہلے روانہ ہوئی تھی۔ بتایئے دوسری موٹر کار پہلی موٹر کار کو کتنے گھنٹوں میں جا لے گی۔ اس مواد کو تھوڑی سی ترتیب دینے سے نتیجہ صاف نظر آ جائے گا۔

پہلی موٹر کار کی رفتار فی گھنٹہ = ۳۰ میل

دوسری موٹر کار کی رفتار فی گھنٹہ = ۴۰ میل

دوسری موٹر کار ایک گھنٹے میں جتنا فرق ڈالتی ہے = ۱۰ میل

لیکن پہلی موٹر کار ایک گھنٹہ پہلے روانہ ہوئی تھی۔

اسلئے وہ ۳۰ میل آگے ہے۔

اب نتیجہ بالکل صاف ہے۔ دوسری موٹر کار کو ۳۰ میل کا فرق نکالنا ہے۔ اور وہ ایک گھنٹے میں ۱۰ میل کا فرق نکال لیتی ہے۔ لہٰذا وہ تین گھنٹوں میں یہ فرق نکال کر پہلی موٹر کار کو جا لے گی۔

پس نتیجہ نکالنے سے پہلے مواد کو صحیح ترتیب دینا ضروری ہوتا ہے۔

۴۔ نتیجہ کی پڑتال:۔ نتیجہ کی پڑتال کے دو طریقے ہیں۔ مواد کو کسی نئے زاویہ سے دیکھنا اور نتیجہ کا حقائق سے مقابلہ کرنا۔ بعض اوقات ان میں سے صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہوتا ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے۔ کہ مواد کسی نئے زاویہ سے نہ دیکھا جا سکے یا نتیجہ کی حقائق کے ساتھ پڑتال نہ کی جا سکے۔ نتیجہ کی پڑتال کرتے وقت کئی دفعہ ہمیں مواد کی طرف لوٹنا اور مزید مواد جمع کرنا پڑتا ہے۔

المختصر عملِ استدلال کے مختلف اجزاء یہ ہیں:۔ کوئی مسئلہ یا سوال جو استدلال کو حدود کے اندر رکھتا ہے۔ متعلقہ مواد کی تلاش۔ مواد کی مناسب ترتیب۔ مرتب مواد سے نتیجہ۔ اور نتیجہ کی پڑتال۔

اس مطالعہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پولس رسول کا ذہن نہ صرف تصورات میں اسیر تھا۔ بلکہ وہ ان تصورات کو اپنی تعلیم کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے بھی استعمال کرتا تھا۔ اُس نے فطرت کی خوبصورتیوں سے نہیں۔ بلکہ زندگی کی عملی سرگرمیوں سے اپنی اصطلاحات خاص کر استعارات اخذ کئے۔ زندگی اور عمل اُس کے مقاصد تھے۔ اسی لئے وہ ایسی اصطلاحات استعمال کرتا ہے۔

پولس رسول نے حقیقی تخیل کو متاثر کرنے کے لئے اپنے دمشق کی سڑک پر کے تجربہ کو بار بار دُہرایا۔

اُس نے اپنی تعلیم میں خیالاتی تخیل کو بھی متاثر کیا۔ اُس کے بڑے خیالات جو اُس نے سکھائے وہ خدا۔ گناہ۔ مسیح۔ مخلصی۔ مسیحی زندگی۔

کلیسیاء اور آئندہ زندگی سے متعلق تھے۔

۵۔ فیصلہ اور استدلال (JUDGMENTAND REASON)

پولس رسول دوسروں سے گفتگو اور بات چیت کرنے میں خاص قابلیت اور مہارت رکھتا تھا۔ وہ اپنی گفتگو کے دوران فائیدت کے لئے دلائل پیش کیا کرتا تھا۔ اس کی یہ قابلیت زیادہ تر اس تربیت کا نتیجہ تھی۔ جو اس نے اپنے استاد گملی ایل کے قدموں میں بیٹھ کر حاصل کی تھی۔

ہم آٹھویں باب میں اس کے فنِ گفتگو پر غور کریں گے۔ اور دیکھیں گے۔ کہ وہ اپنی تعلیم میں لوگوں کی قوتِ فیصلہ اور قوتِ استدلال کو بھی متاثر کرتا تھا۔ ہم اس باب میں اس کے طریقِ تعلیم پر بحث کریں گے۔ جن میں اس کے سوالات۔ جوابات اور استدلال پائے جاتے ہیں۔

چھٹا باب

پولس رسول کی تعلیمی نفسیات

(حصہ دوم)

تحسس (احساسات) (Feeling)

کوئی خیال صرف اسی وقت عمل کرتا ہے۔ جبکہ وہ محسوس کیا جاتا ہے۔ جب تک وہ خیال محسوس نہ کیا جائے۔ وہ عمل نہیں کرتا۔ اس لئے ہم پولس رسول کے ارادہ کو متاثر کرنے پر غور کرنے سے پہلے اس کے احساسات کو متاثر کرنے پر غور کریں گے۔ اگر ہم جاننا چاہتے ہیں۔ کہ وہ کس طرح اپنے شاگردوں کی زندگیوں سے اچھے اعمال کی ندیاں بہا دیتا تھا۔ تو لازم ہے کہ ہم پہلے معلوم کریں۔ کہ وہ کس طرح ان کے احساسات کے چشموں کو جنبش دیتا تھا۔ نہ صرف پولس رسول کے دماغی اعتقادات نے بلکہ۔ اس کے جوش۔ غیرت۔ جرأت، ہمدردی اور محبت نے بھی دنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ تمام چیزیں روح کی وہ تحریکات ہیں۔ جو ارادہ کے عین نیچے بطور پھاٹک کھڑی رہتی ہیں۔

پولُس رسُول جوشیلا رہنما ہونے کی حیثیت سے دو امتیازی خصوصیات کا مالک تھا۔ یعنی اُس کے احساس کی شدّت اور اس کی ہمدردی۔ وہ ایک ایسی جذباتی قابلیّت رکھتا تھا۔ جو دوسروں پر اپنا اثر فوراً ڈال دیتی تھی۔ اُس کے احساسات دوسروں کے احساسات کو بیدار اور متحرک کر دیتے تھے۔

اُس کے احساس کی شدّت اور اُس کی شخصی ہمدردی مندرجہ ذیل مختلف طریقوں سے ظہور پذیر ہوئی:۔

کلام کے پُرجوش عروج سے

رومیوں ۸ : ۳۵ – ۳۹

۲کرنتھیوں ۶ : ۴ – ۱۰

رومیوں ۱۲ : ۹ – ۲۱

صاف بیانات سے

اعمال ۲۰ : ۱۸ – ۳۸

۱کرنتھیوں ۴ : ۱۱ – ۱۳

۱کرنتھیوں ۹ : ۱۹ – ۲۲

۱کرنتھیوں ۱۱ : ۲۳ – ۲۸

فلپیوں ۴ : ۱ – ۱۳

۱۔تھسلنیکیوں۔ ۲ : ۲

۱۔تھسلنیکیوں ۲ : ۹ – ۱۲

۱۔تھسلنیکیوں۔ ۲ : ۱۷ – ۲۰

۱۔تھسلنیکیوں۔ ۳ : ۱ – ۱۰

۱۔تھسلنیکیوں۔ ۴ : ۱۳ – ۱۸

۲تیمتھیس ۱ : ۳ – ۵

۲تیمتھیس ۳ : ۱۰ – ۱۱

اشارۃً سوالات سے:۔

اعمال ۲۶ : ۲۷

۱کرنتھیوں ۶ : ۱ – ۵ ؛ ۱۱ : ۲۲

۱کرنتھیوں ۶ : ۳

۱کرنتھیوں ۶ : ۱۵

۱کرنتھیوں ۱۴ : ۲۶

۱کرنتھیوں ۹ : ۱ – ۸

۲کرنتھیوں ۱۱ : ۲۲ – ۲۳

۲کرنتھیوں ۱۱ : ۲۹

گلتیوں ۳ : ۱ – ۵

۲تھسلنیکیوں۔ ۲ : ۵

سخت انتباہ سے:-

۱ کرنتھیوں ۱۰ : ۱۲ - ۱۳

۱ کرنتھیوں ۱۵ : ۳۴

۱ کرنتھیوں ۱۶ : ۲۲

فلپیوں ۳ : ۲

ہمدردانہ اظہار سے:-

۲ کرنتھیوں ۲ : ۴

۲ کرنتھیوں ۱ : ۳ - ۶

۲ کرنتھیوں ۱ : ۷

۲ کرنتھیوں ۲ : ۳

۲ کرنتھیوں ۵ : ۱ - ۴

۲ کرنتھیوں ۷ : ۲ - ۳

کلسیوں ۲ : ۲

فلپیوں ۲ : ۲۸

۲ کرنتھیوں ۳ : ۱۲

۲ تھسلنیکیوں ۲ : ۱۶

پُرمحبّت خطاب سے:-

اے بھائیو! رومیوں ۱ : ۱۳ ؛ ۷ : ۱

اب اے بھائیو۔ ۱ کرنتھیوں ۱ : ۱۰ ؛ ۱۴ : ۲۰، ۲۶

اے بھائیو۔ گلتیوں ۳ : ۱۵ ؛ ۴ : ۱۲، ۲۸، ۳۱ ؛ ۶ : ۱۸

فلپیوں ۱ : ۱۲ ؛ ۳ : ۱۷ ؛ ۴ : ۱، ۸

۱۔ تھسلنیکیوں ۴ : ۱ ؛ ۵ : ۱۲

۲۔ تھسلنیکیوں ۳ : ۱

پیارا طبیب لُوقا (وید) کلسیوں ۴ : ۱۴

ہمارا عزیز ہم خدمت اپفراس کلسیوں ۱ : ۷

میرا بھائی اور ہم خدمت

اور ہم سپاہ اپفردتس فلپیوں ۲ : ۲۵

پُرمحبّت کلام سے:-

"غرض اے بھائیو! خداوند میں خوش رہو" (فلپیوں ۳ : ۱)

"اے میرے پیارے بھائیو! جن کا میں مشتاق ہوں جو میری خوشی اور تاج ہو۔" (فلپیوں ۴ : ۱)

"تم مصیبت اٹھانے والوں کو ہمارے ساتھ آرام دے" (۲ تھسلنیکیوں ۱ : ۷)

"کیونکہ اے بھائی! مجھے تیری محبت سے بہت خوشی ہوئی اور تسلی ہوئی۔
اس لئے کہ تیرے سبب سے مقدسوں کے دل تازہ ہوئے ہیں۔"
(فلیمون ۷)

"میری زنجیروں کو یاد رکھنا" (کلسیوں ۴ : ۱۸)

کلماتِ برکت سے :۔

۱ کرنتھیوں ۱۶ : ۲۱ - ۲۴
افسیوں ۳ : ۲۰ - ۲۱

عظیم سچائیوں کی فاتحانہ گواہی سے :۔

۲ کرنتھیوں ۹ : ۸ ; ۱۲ : ۹
۲ تیمتھیس ۱ : ۱۲
۲ تیمتھیس ۴ : ۶ - ۸

پولس خود گاتا تھا اور دوسروں کو گانے کی تلقین کرتا تھا۔

اعمال ۱۶ : ۲۵
افسیوں ۵ : ۱۹
کلسیوں ۳ : ۱۶

پولس نے دوسروں کے احساسات سے ایسے جوابات حاصل کیے جن کی وہ جستجو نہیں کرتا تھا اور جو خوشگوار تھے۔ مثلاً :۔

رفاقت اعمال ۱۴ : ۲ ، ۴ ، ۵ ، ۱۹
حسد اعمال ۱۳ : ۴۵ ; ۱۷ : ۵ ، ۱۳
نفرت اعمال ۹ : ۲۹ ; ۱۳ : ۵۰ ;

ٹھٹھا اعمال ۱۷ : ۳۲ ; ۱۸ : ۶

اعمال کی کتاب میں تعلیمی موقعوں پر ہم پولس کے احساس کے مخلوط اظہارات اور لوگوں کے جذباتی جوابوں کی مختلف اقسام پاتے ہیں۔ اُن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں :۔

تعلیم	جوابی فعل
"یسوع کی منادی کرنے لگا" (اعمال ۹ : ۲۰)	"سننے والے حیران ہو کر کہنے لگے" (اعمال ۹ : ۲۱)

CamScanner

"دلیری کے ساتھ منادی کرتا تھا"
(اعمال ۹: ۲۹)

"پولس اور برنباس دلیر ہو کر کہنے لگے"
(اعمال ۱۳: ۴۶)

"ایسی تقریر کی" (اعمال ۱۴: ۱)

"بڑی آواز سے کہا" (اعمال ۱۴: ۱۰)

"اپنے کپڑے پھاڑے"
(اعمال ۱۴: ۱۴-۱۸)

"بیٹھ کر کلام کرنے لگے" (اعمال ۱۶: ۱۳-۱۵)

"چوک میں جو ملتے تھے اُن سے روز

"یہودیوں کو حیرت دلاتا رہا۔" (اعمال ۹: ۲۲)

"وہ اُسے مار ڈالنے کے درپے تھے۔"
(اعمال ۹: ۲۹)

"غیر قوم والے یہ سُنکر خوش ہوئے۔ اور خدا کے کلام کی بڑائی کرنے لگے"
(اعمال ۱۳: ۴۸)

"شاگرد خوشی اور رُوح القدس سے معمور ہوتے رہے۔" (اعمال ۱۳: ۵۲)

"یہودیوں اور یونانیوں دونوں کی ایک بڑی جماعت ایمان لے آئی" (اعمال ۱۴: ۱)

"وہ اُچھل کر چلنے پھرنے لگا۔ لوگوں نے پولس کا یہ کام دیکھکر لکاؤنیہ کی بولی میں بلند آواز سے کہا کہ آدمیوں کی صُورت میں دیوتا اُتر کر ہمارے پاس آئے ہیں" (اعمال ۱۴: ۱۰-۱۱)

"لوگوں کو مشکل سے روکا کہ اُن کے لئے قربانی نہ کریں" (اعمال ۱۴: ۱۸)

ایمان - مہمان نوازی

حیرت۔ "تو ہمیں انوکھی باتیں سُناتا

بحث کیا کرتا تھا" (اعمال ۱۷: ۱۷)

"جب وہ راستبازی اور پرہیزگاری اور آئندہ عدالت کا بیان کر رہا تھا"
(اعمال ۲۴: ۲۵)

ہے؟" (اعمال ۱۷: ۲۰)

"تو فیلکس نے دہشت کھا کر جواب دیا کہ اِس وقت تو جا۔ فرصت پاکر تجھے پھر بلاؤں گا" (اعمال ۲۴: ۲۵)

پولس نے چار دفعہ آنسو بہائے :-

"مَیں ...... آنسو بہا بہا کر خداوند کی خدمت کرتا رہا۔" (اعمال ۲۰: ۱۹)

"مَیں تین برس تک رات دن آنسو بہا بہا کر ہر ایک کو سمجھانے سے باز نہ آیا۔" (اعمال ۲۰: ۳۱)

"میں نے بڑی مصیبت اور دلگیری کی حالت میں بہت سے آنسو بہا بہا کر تم کو لکھا تھا۔" (۲ کرنتھیوں ۲: ۴)

"اب مَیں رو رو کر کہتا ہوں" (فلپیوں ۳: ۱۸)

ساتواں باب
پولس رسول کی تعلیمی نفسیات
(حصہ سوئم)

(WILLING)

ارادت (ارادہ)

پولس رسول نہ صرف اپنے سیکھنے والوں کی عقلوں کی تربیت کرتا تھا۔ اور اُن کے احساسات کو چھوتا تھا۔ بلکہ وہ اُن کے ارادوں کو بھی جنبش دیتا تھا۔

ہم نے گذشتہ باب میں دیکھا کہ وہ کس طرح اپنے احساسات کو دوسروں کے آگے پیش کرکے اُن کے احساسات کو متاثر کرتا تھا۔ اور کس طرح وہ اُس کے احساسات کا اپنے احساسات کے اظہار سے جواب دیتے تھے۔ اس لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ دوسروں کے ارادہ کو اُن کے احساسات کے ذریعہ سے تعلیم دیتا تھا۔

اب سوال لازم آتا ہے۔ کہ وہ کس طرح لوگوں کے ارادوں کو متحرک کرتا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی جبلتِ تقلید کو متاثر کرتا تھا۔ وہ

ان کی جبلتِ تقلید کو اس لئے متاثر کرنے کی اہمیت رکھتا تھا۔ کہ وہ ایک ایسا اُستاد تھا۔ جو خود اُن باتوں پر عمل کیا کرتا تھا۔ جو وہ دوسروں کو سکھاتا تھا۔ یعنی وہ معلّم باعمل تھا۔ چنانچہ وہ کہتا تھا۔ کہ "اے بھائیو! تم سب مل کر میری مانند بنو اور اُن لوگوں کو پہچان رکھو۔ جو اس طرح چلتے ہیں۔ جس کا نمونہ تم ہم میں پاتے ہو" (فلپیوں ۳: ۱۷)۔ "پس مَیں تمہاری منت کرتا ہوں۔ کہ میری مانند بنو" (۱ کرنتھیوں ۴: ۱۶)

اُسکے زمانہ میں اور بھی اُستاد تھے۔ لیکن وہ صرف نام نہاد اُستاد تھے۔ اور اُن کا نمونہ سچائی کے مطابق نہ تھا۔ نہ ہی اُن کی زندگیاں اور نہ ہی اُن کی تعلیمات قابلِ تقلید تھیں۔ لیکن وہ اپنی نسبت کہتا ہے کہ۔ "جو باتیں تم نے مجھ سے سیکھیں اور حاصل کیں اور سُنیں اور مجھ میں دیکھیں اُن پر عمل کیا کرو۔ تو خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے تمہارے ساتھ رہے گا" (فلپیوں ۴: ۹)

دراصل وہ خود تقلید کا نمونہ نہ تھا۔ بلکہ ایک اور شخص تھا۔ جس کی وہ خود تقلید کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے کہا کہ "تم میری مانند بنو۔ جیسا میں مسیح کی مانند بنتا ہوں" (۱ کرنتھیوں ۱۱: ۱)۔ پس تقلید کا اعلیٰ ترین نمونہ مسیح تھا۔ پولس رسول دوسروں کے آگے کوئی ایسی بات پیش نہیں کرتا تھا۔ جس کا اُس نے خود پہلے مشاہدہ نہ کیا ہو۔ اور فی الواقع یہ ایک اہم معلمانہ اصول ہے۔ کیونکہ حکم کی بہ نسبت نمونہ ہمیشہ زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ نمونہ ہی نوعِ انسان کا مدرسہ ہے۔ اور وہ اس مدرسہ کے علاوہ کسی اور مدرسہ میں

ہرگز نہیں پڑھیں گے،

پولس رسول کے جبلّتِ تقلید کو متاثر کرنے کے طریقہ سے ہمیں اُس کی معلّمیت کا ایک اور اہم اصُول ملتا ہے۔ اور وہ اصُول یہ ہے کہ "ایک دوسرے پر مہربان اور نرم دل ہو۔ اور جس طرح خدا نے مسیح میں تمہارے قصور معاف کئے ہیں۔ تم بھی ایک دوسرے کے قصُور معاف کرو۔ پس عزیز فرزندوں کی طرح خُدا کی مانند بنو اور محبت سے چلو۔ جیسے مسیح نے تم سے محبّت کی۔ اور ہمارے واسطے اپنے آپ کو خوشبُو کی مانند خدا کی نظر کرکے قربان کیا۔" (افسیوں ۴: ۳۲ - ۵: ۱-۲)

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ پولس تقلید کی بناء پر درست معاشرتی تعلّقات حاصل کرنے کی جستجو کرتا تھا۔ یعنی وہ چاہتا تھا۔ کہ ہمارے معاشرتی تعلّقات میں مہربانی۔ نرم دلی۔ معافی اور محبت پائی جائے۔ اور وہ ہمیں بتلاتا ہے کہ مسیح میں خُدا اِن تمام خوبیوں کا سب سے بڑا نمونہ ہے۔ یعنی جس طرح خدا نے مسیح میں ہمارے قصُور معاف کئے۔ اُسی طرح ہم بھی ایک دوسرے کے قصُور معاف کریں۔ جس طرح خُدا نے مسیح میں ہم سے محبّت کی اُسی طرح ہم بھی دوسروں سے محبّت کریں۔ ہماری تبلیغ اور تعلیم اس لئے بسا اوقات مؤثر ثابت نہیں ہوتی۔ کہ ہم لوگوں کو زیادہ تر یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ وہ خدا کے لئے کام کریں۔ اور ہم اُن کو کم تعلیم دیتے ہیں۔ کہ وہ خُدا کو دیکھیں کہ وہ آدمیوں کے لئے کس طرح کام کرتا ہے۔ ہمیں اپنی تعلیم میں لوگوں کو زیادہ تر یہ دکھانا چاہیئے،

کہ خدا آدمیوں کے لئے کس طرح کام کرتا ہے۔ تب یقینی طور پر ہماری تبلیغ اور تعلیم نہایت موثر ہوگی۔

پس پولس کے تقلید کی بنا، پہ ارادہ کو متاثر کرنے کی یوں ترتیب تھی:۔ "پہلے دیکھو۔ پھر عمل کرو۔" "پہلے مشاہدہ کرو۔ پھر کام کرو۔" "پہلے یقین کرو۔ پھر کام کرو۔" درحقیقت اُن لوگوں کے لئے جو پولس کی تعلیمات کو دوبارہ سکھانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک اہم اصُول ہے۔

پولس کے جبلّتِ تقلید کو متاثر کرنے کا نتیجہ بھی نہایت اہم ہے چنانچہ وہ کہتا ہے: "اور تم کلام کو بڑی مصیبت میں رُوح القدس کی خوشی کے ساتھ قبول کرکے ہماری اور خداوند کی مانند بنے۔ یہاں تک کہ مکدنیہ اور اخیہ کے سب ایمانداروں کے لئے نمونہ بنے" (۱۔تھسلنیکیوں ۱: ۶-۷)۔ "چنانچہ تم جانتے ہو کہ ہم تمہاری خاطر تم میں کیسے بن گئے تھے۔" (۱۔تھسلنیکیوں ۱: ۵)۔ "تم بھی گواہ ہو اور خدا بھی کہ تم سے جو ایمان لائے ہو۔ ہم کیسی پاکیزگی اور راستبازی اور بے عیبی کے ساتھ پیش آئے" (۱۔تھسلنیکیوں ۲: ۱۰)۔ "کیونکہ تم آپ جانتے ہو۔ کہ ہماری مانند کس طرح بننا چاہیئے۔ اس لئے کہ ہم تم میں بے قاعدہ نہ چلتے تھے۔ اور کسی کی روٹی مُفت نہ کھاتے تھے۔ بلکہ محنت مشقت سے رات دن کام کرتے تھے۔ تاکہ تم میں سے کسی پر بوجھ نہ ڈالیں۔ اس لئے نہیں کہ ہم کو اختیار نہ تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اپنے آپ کو تمہارے واسطے نمونہ ٹھہرائیں۔ تاکہ تم ہماری مانند بنو" (۲۔تھسلنیکیوں ۳: ۷-۹)۔

تھسلنیکیوں کے نام پولس کے دو خط خاصکر دلچسپ ہیں۔ ہم پہلے خط میں دیکھتے ہیں کہ تھسلنیکے کے لوگ تقلید کی بنا پر ترقی میں آگے بڑھ گئے۔ اور ہم دوسرے خط میں دیکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے پولس کی غیرحاضری میں اُس کے نمونہ اور تقلید کو ترک کر دیا۔ (جیسا کہ مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے) اور خداوند کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ اور خداوند کے کام سے انحراف کرنے لگے۔ چنانچہ پولس اپنے نمونہ اور تقلید کی بنا پر اُن کے ارادوں کو متحرک کرنے کے لئے اُنہیں نصیحت کرتا ہے۔ کہ "تم اے بھائیو! نیک کام کرنے میں ہمت نہ ہارو"۔

(۲۔تھسلنیکیوں ۳: ۱۳)

ماحصل یہ کہ پولس رسول لوگوں کے احساسات اور جبلّتِ تقلید کو متحرک کرنے کے ذریعہ سے اُن کے ارادوں کو متحرک کرتا تھا۔

اچھا اُستاد اور معلّم اپنی تعلیم میں ان باتوں کا ہمیشہ خیال رکھتا ہے۔

آٹھواں باب

پولس رسول کے تعلیمی طریقے

درس و تدریس کے سلسلہ میں معلّم، متعلّم اور تعلیم کا ذکر و بیان ضروری ہے۔

معلّم:۔ ایک مؤثر و کامیاب معلّم وہ ہے۔ جس کی شخصیت جاذبِ نظر اور قابلِ تقلید ہو۔ اپنے اسباق و مضامین پر حاوی اور اپنے متعلّمین سے پورا پورا واقف ہو۔ اُن کی قابلیّت، لیاقت، استعداد، جذبات، احساسات، حرکات و سکنات اور مشکلات سے بخوبی واقف ہو۔ اور اپنے سامعین کی توجّہ کو اپنی پُرکشش تعلیم کی طرف مبذول کرانے پر قادر ہو۔ اُسے اس بات سے باخبر ہونا چاہئیے کہ اُسے

کیا پڑھانا ہے۔

کب پڑھانا ہے۔

کہاں پڑھانا ہے۔

کیسے پڑھانا ہے۔

پولس اُستادِ کامل تھا۔ اُس نے پیغام دینے سے پہلے ہمیشہ اپنے مضمون، مناسب وقت، موزوں جگہ اور طریقۂ تبلیغ کا خیال رکھا۔

متعلّم:۔ ہر معلّم کے اسباق پڑھانے کا ایک خاص مدعا و مقصد ہوتا ہے۔ اور وہ اُس مدعا و مقصد سے اپنے سامعین یا متعلّمین کو آگاہ

کرتا ہے۔ اور اُن کے ذہن نشین کرانے کی حتی الوسع کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کو سکھانے کے لئے وہ مختلف طریقے، تشبیہات استعارات، محاورات اور معاونات استعمال کرتا ہے۔ اگر آپ پولس رسُول کے خطوط اور تصانیف کا مطالعہ کریں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ جن لوگوں کے درمیان اُس نے کام کیا ہے۔ وہ اُن سے مکمّل طور پر واقف و آگاہ تھا۔ وہ اُن کے رسم و رواج، تہذیب و تمدّن، زبان اور عقائد کو کلی طور پر جانتا تھا۔ اُس کے تمام کلام و الہام کا ایک بڑا اہم مقصد تھا۔ جسے وہ اُن پر ظاہر و عیاں کرنا چاہتا تھا۔ وہ عظیم اور اہم مقصد یہ تھا کہ:۔

تعلیم:۔ (JESUS IS CHRIST)

"یسُوع ہی مسیح ہے" (اعمال ۱۸: ۵، ۲۸ و ۱۷: ۳)

اس مقصد کے حصُول و تکمیل کے لئے وہ مختلف شہروں، قصبوں اور دیہات میں گیا۔ مختلف اقوام کے لوگوں کے درمیان اور مختلف مقامات اور موقعوں پر سکھانے کی انتھک کوشش کی۔ اُس نے لوگوں کی گفت و شنید اور بحث و تکرار میں حصہ لیا۔ لیکن وہ اپنے عظیم اور اہم مقصد کو ہرگز نہ بھولا گویا کہ:۔ ع

آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں

اُس کی شخصیت جاذبِ نظر اور قابلِ تقلید تھی۔ اسی لئے اُس نے کہا:۔

"تم میری مانند بنو جیسا میَں مسیح کی مانند بنتا ہوں" (۱-کرنتھیوں ۱۱: ۱)

لوگ اُسے دیکھنے اور اس کی تعلیم کو سُننے کے لئے جوق در جوق آتے اور بڑے غور و توجّہ سے اُس کی تعلیم سُنتے تھے۔ اور اُس تعلیم پر عمل کرکے خداوند یسوع مسیح پر ایمان لاتے اور اُسے دعوت دیتے۔

(اعمال ۱۷: ۲، ۳، ۴، ۱۰، ۱۱، ۱۲)

اُس نے اپنے اُس مقصد کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے مختلف موقعوں پر حسب ذیل مختلف طریقے استعمال کئے:۔

۱۔ بحث و تکرار:۔ یہ ایک تدریسی طریقہ ہے۔ جسے اساتذہ کرام اپنے درس و تدریس میں استعمال کرتے ہیں۔ جس کے ذریعہ وہ طلباء کو اپنے موضوع پر غور و خوض کا موقع دیتے ہیں۔ اور اُن کو سمجھاتے ہیں۔ اس طریقہ سے طلباء اُس مضمون کو بغور سنتے ہیں۔ اور اس پر سوچ و بچار کرتے ہیں۔ اس طریقہ میں سامعین کو بولنے، سُننے اور سوچنے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ اور سوال و جواب کئے جاتے ہیں۔ اور بالآخر طلباء کو حقیقت تک پہنچایا جاتا ہے۔ پولس رسُول نے اس طریقہ کو استعمال کیا۔ چنانچہ اعمال ۱۷: ۲ میں یُوں لکھا ہے:۔

"اور پولس اپنے دستور کے موافق اُن کے پاس گیا۔ اور تین سبتوں کو کتابِ مقدس سے اُن کے ساتھ بحث کی" اعمال ۱۷: ۱۷ آیت میں لکھا ہے:۔

"اس نے وہ عبادت خانہ میں یہودیوں اور خدا پرستوں سے اور چوک میں جو ملتے تھے۔ اُن سے روز بحث کیا کرتا تھا" اعمال ۱۹ : ۱۸ آیت میں لکھا ہے

"پھر وہ (یعنی پولس) عبادت خانہ میں جا کر تین مہینے تک دلیری سے بولتا اور خدا کی بادشاہی کی بابت بحث کرتا اور لوگوں کو قائل کرتا رہا۔"

۱۔ سوال و جواب:۔

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ پولس رسول خیال کرتا ہے۔ کہ وہ مخالفین کے درمیان ہے۔ چنانچہ وہ خود ہی اُن سے بحث و تکرار اور سوال و جواب کرتا ہے۔ وہ ایسے سوال کرتا ہے۔ جو اس کے مخالفین اُس پر کر سکتے تھے۔ مثلاً

۱۔ پس یہودی کو کیا فوقیت اور ختنہ سے کیا فائدہ؟

۲۔ کیا اُن کی بیوفائی خدا کی وفاداری کو باطل کر سکتی ہے؟

۳۔ پس ہم کیا کہیں کہ ہمارے جسمانی باپ ابرہام کو کیا حاصل ہوا!

۴۔ پس ہم کیا کہیں کیا گناہ کرتے رہیں؟

۵۔ اے بھائیو! کیا تم نہیں جانتے ...... ؟

ایسے سوالات کے ذریعہ پولس رسول خود اُن کو نہایت تسلی بخش جواب دیتا تھا۔ اور اُن کو تعلیم دیتا تھا۔

چنانچہ مخالفین نے بھی مختلف موقعوں پر اس پر متعدد سوالات

کئے۔ جیسے اعمال کی کتاب ۱۷ باب ۱۹، ۲۰ آیت میں یوں مرقوم ہے:۔

"آیا ہم کو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ نئی تعلیم جو تو دیتا ہے۔ کیا ہے؟ ...."

چنانچہ پولس رسول نے اُن کے اس سوال کو ہی اپنی تقریر اور بشارت کا موضوع بنا کر اُن کو نہایت مدلل جواب دیا۔

۳۔ ڈرامائی:۔

دورِ حاضرہ میں دنیا کے مختلف ممالک میں درس و تدریس کو زیادہ سے زیادہ مؤثر و کامیاب بنانے کے لئے کبھی کبھی ڈرامائی طریقے بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن آج سے تقریباً دو ہزار سال پیشتر برنباس اور پولس رسول نے اپنے بشارتی پیغامات اور تعلیم کو وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر مؤثر اور دلکش بنانے کے لئے ڈرامائی طریقہ تعلیم استعمال کیا۔ چنانچہ اعمال ۱۴ : ۱۴ ، ۱۵ میں یوں لکھا ہے کہ:۔

"جب برنباس اور پولس رسولوں نے یہ سُنا تو اپنے کپڑے پھاڑ کر لوگوں میں جا کودے اور پکار پکار کر کہنے لگے۔ کہ لوگو! تم یہ کیا کرتے ہو؟ ہم بھی تمہارے ہم طبیعت انسان ہیں۔ اور تمہیں خوشخبری سُناتے ہیں۔ تاکہ ان باطل چیزوں سے کنارہ کر کے اس زندہ خدا کی طرف پھرو۔ جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا۔"

اگرچہ پولُس رسُول ایک معزّز بزرگ اور خدا رسیدہ مہذب عالم فاضل شخص تھا۔ تاہم اُس نے ایک بڑے ہجوم کی توجہ پر قبضہ جما کر اُن کو مسیحی تعلیم دینے کے لئے یہ ایک عمدہ اور انوکھا طریقہ استعمال کیا۔ جو اُس موقعہ پر نہایت کارآمد ثابت ہُوا۔

۴۔ سمعی و بصری :۔

کامیاب اساتذہ درس و تدریس کو اور مقررین اپنی تقریر کو زیادہ سے زیادہ پُر اثر بنانے کے لئے مقرُون اشیاء کو بطور سمعی و بصری معاونات استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ مقرون اشیاء سامنے آتے ہی سامعین کی سمعی اور بصری قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ اور جب سمعی و بصری قوتیں بیدار اور تیز ہوتی ہیں۔ تو اُن سے سامعین کی توجہ میں ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

انجیلِ مقدّس کی منادی اور بشارت کی وجہ سے پولُس رسُول قید کر دیا گیا۔ اور جب وہ اگرپا بادشاہ کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑا تھا۔ تو اس وقت بھی اُس کے دونوں ہاتھ آہنی زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ چنانچہ اگرپا بادشاہ نے بڑے غور سے پولُس رسُول کی باتوں کو سُنا تو اُس سے کہا :۔

"تو تو تھوڑی سی نصیحت کر کے مجھے مسیحی کر لینا چاہتا ہے۔"

تب پولُس رسُول نے بطور سمعی و بصری معاونات کے اپنی زنجیروں ہی کو ہلایا اور کہا :۔

"میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ تھوڑی نصیحت سے یا بہت سے صرف تو ہی نہیں۔ بلکہ جتنے لوگ آج میری سنتے ہیں، میری مانند ہو جائیں سوا اِن زنجیروں کے" (اعمال ۲۶ : ۲۹)

بعض موقعوں پر پولُس رسُول ہاتھ سے اشارہ کر کے (اعمال ۲۱ : ۴۰) کبھی ہاتھ بڑھا کر (اعمال ۲۶ : ۱) کبھی آنسو بہا بہا کر (اعمال ۲۰ : ۳۱) کبھی غیر زبان یعنی عبرانی میں تقریر کر کے لوگوں کو قائل کرتا رہا (اعمال ۲۲ : ۲) وقت کے مطابق اُس سے جو کچھ ممکن تھا۔ اُس کو استعمال کیا تاکہ کسی نہ کسی طرح لوگ اُس کی سُنیں اور دنیا کے نجات دہندہ پر ایمان لائیں۔

۵۔ کہانی :۔

انسانی فطرت کا یہ تقاضہ ہے کہ انسان بچہ ہو یا جوان یا عمر رسیدہ۔ مرد ہو یا عورت وہ کہانیاں سُننا پسند کرتا ہے۔ خواہ وہ کہانیاں تواریخی ہوں۔ یا مذہبی یا کسی کی شخصی زندگی سے تعلق رکھتی ہوں۔ چنانچہ پولُس رسُول نے ایک نہایت اہم واقعہ کو غنیمت جان کر عبرانی زبان میں اپنی دلچسپ سرگزشت ایک عجیب انداز میں بیان کی۔ اُس نے واضح کیا کہ اُس نے کس طرح مسیح کو پایا۔

کہانی بیان کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ کہانی سچی ہو۔ وہ کسی شخص کی عملی زندگی سے متعلق ہو۔ عام فہم زبان و الفاظ میں ہو۔ اور اُس کا کوئی خاص اخلاقی اور روحانی مقصد ملحوظِ خاطر ہو۔ پولُس رسُول نے اپنی زندگی کی تبدیلی کی کہانی ایک عجیب انداز میں

بیان کی۔ کیونکہ اس کی سرگذشت ایک زندہ حقیقت سے وابستہ تھی۔ اور اس کا اندازِ بیان نہایت پُرکشش تھا۔ چنانچہ پولُس رسُول یُوں گویا ہُوا:۔

"مَیں یہودی ہُوں اور کلکیہ کے شہر ترسُس میں پیدا ہُوا۔ مگر میری تربیت اس شہر میں گملی ایل کے قدموں میں ہوئی۔ اور میں نے باپ دادا کی شریعت کی خاص پابندی کی تعلیم پائی۔ اور خدا کی راہ میں ایسا سرگرم تھا۔ جیسے تم سب آج کے دن ہو۔ چنانچہ میں نے مردوں اور عورتوں کو باندھ باندھ کر اور قید خانہ میں ڈال کر مسیحی طریق والوں کو یہاں تک ستایا کہ مروا بھی ڈالا۔

چنانچہ سردار کاہن اور سب بزرگ میرے گواہ ہیں۔ کہ اُن سے میں بھائیوں کے نام خط لیکر دمشق کو روانہ ہُوا۔ تاکہ جتنے وہاں ہوں اُنہیں بھی باندھ کر یروشلم میں سزا دلانے کو لاؤں۔ جب مَیں سفر کرتا کرتا دمشق کے نزدیک پہنچا۔ تو ایسا ہُوا کہ دوپہر کے قریب یکایک ایک بڑا نور آسمان سے میرے گرداگرد آ چمکا اور میں زمین پر گر پڑا۔ اور یہ آواز سُنی۔ کہ اے ساؤل اے ساؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ کہ اے خداوند! تو کون ہے؟ اُس نے مجھ سے کہا میں یسُوع ناصری ہوں۔ جسے تو ستاتا ہے؛ اور میرے ساتھیوں نے نُور تو دیکھا۔ لیکن جو مجھ سے بولتا تھا۔ اس کی آواز نہ سُنی۔ میں نے کہا اے خداوند میں کیا کروں؟

خداوند نے مجھ سے کہا اُٹھ کر دمشق میں جا۔ جو کچھ تیرے کرنے کے لئے مقرر ہُوا ہے۔ وہاں تجھ سے سب کہا جائے گا۔........."

(اعمال ۲۲: ۳-۲۱)

۶۔ معلوم سے نامعلوم:۔

ماہرینِ تعلیم و تبلیغ ہمیشہ تعلیم دینے سے پہلے اپنے سامعین اور متعلمین کی سابقہ واقفیت اور لیاقت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اور اُن کو نامعلوم تعلیم اور باتیں بتانے سے پہلے وہ اُن کی سابقہ واقفیت کا اعادہ کراتے اور جائزہ لیتے ہیں ـــــ تاکہ فضا ہموار ہو۔ اور سامعین نامعلوم باتوں اور تعلیم کو سیکھنے کے لئے اپنی توجہ کو برقرار رکھ سکیں۔

رسُول مقبول نے اتھینے کے بُت پرستوں کو نامعلوم خدا کی بشارت دینے کے لئے معلوم سے نامعلوم طریقہ تعلیم استعمال کیا۔ چنانچہ پولُس رسُول اتھینے کے مندر میں کھڑے ہو کر جو بتوں سے بھرا ہُوا تھا۔ اُن سے یوں گویا ہُوا۔

"اے اتھینے والو! میں دیکھتا ہوں کہ تم ہر بات میں دیوتاؤں کے بڑے ماننے والے ہو۔ چنانچہ میں نے سیر کرتے اور تمہارے معبودوں پر غور کرتے وقت ایک ایسی قربانگاہ بھی پائی جس پر لکھا تھا۔ نامعلوم خدا کے لئے پس جس کو تم بغیر معلوم کئے پوجتے ہو۔ میں تم کو اسی کی خبر دیتا ہوں۔.......

مگر چند آدمی اُس کے ساتھ مل گئے اور ایمان لے آئے" (اعمال ۱۷: ۲۲-۳۴)

۷۔ عملی و تجربی:۔

پولس رسُول کے عملی اور تجربی طریقۂ تعلیم میں یہ خصوصیت تھی۔ کہ اُسے اپنے کسی عقیدہ پر بال برابر بھی شک و شبہ نہ تھا۔ اُس کے اعمال اُس کے عقائد کی کسوٹی تھے۔ اُس کے عقائد بالکل خالص تھے۔ کیونکہ جو بات اُس کے مذہبی تجربے میں نہیں آئی تھی وہ اُس کا عقیدہ بھی نہیں بن سکتی تھی۔ اور جو باتیں اُس کے تجربہ میں آکر اس کا عقیدہ بن چکی تھیں۔ وہ اس کی زندگی کا حصّہ بن چکی تھیں۔ جس پر اُسے شک کا امکان اور گنجائش نہ تھی۔ چنانچہ مسیحی زندگی پولس رسُول کی عملی زندگی اور کردار کا ایک حصّہ بن چکی تھی۔ کیونکہ دوسروں کو تعلیم دینے سے پیشتر وہ خود اُس پر عمل پیرا تھا۔ اور اُس کی بشارت کی بنیاد اُس کا ذاتی تجربہ تھی۔ اور اُسی بشارت اور گواہی کی رُوح اُس میں شعلہ زن تھی۔ چنانچہ پولس رسُول نے فرمایا کہ:۔

"تم خود جانتے ہو۔ کہ پہلے ہی دن سے کہ میں نے آسیہ میں قدم رکھا ہر وقت تمہارے ساتھ کس طرح رہا۔ یعنی کمال فروتنی سے اور آنسو بہا بہا کر اور اُن آزمائشوں میں جو یہودیوں کی سازش کے سبب سے مجھ پر واقع ہوئیں۔ خداوند کی خدمت کرتا رہا۔ اور جو جو باتیں تمہارے فائدہ کی تھیں اُن کے بیان کرنے اور اعلانیہ گھر گھر سکھانے سے کبھی نہ جھجکا۔ بلکہ یہودیوں اور یونانیوں کے رُوبرُو گواہی دیتا رہا۔ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا اور ہمارے خداوند یسُوع مسیح پر ایمان لانا چاہیے۔

میں نے کسی کی چاندی یا سونے یا کپڑے کا لالچ نہیں کیا۔ تم آپ جانتے ہو۔ کہ انہی ہاتھوں نے میری اور میرے ساتھیوں کی حاجتیں رفع کیں۔ میں نے تم کو سب باتیں کرکے دکھا دیں۔ کہ اس طرح محنت کرکے کمزوروں کو سنبھالنا اور خداوند یسُوع کی باتیں یاد رکھنا چاہیے کہ اُس نے خود کہا دینا لینے سے مبارک ہے۔" (اعمال ۲۰: ۱۸-۳۵)

نواں باب

پولُس رسول کی معلمیت کے نتائج و اثرات

ہم پولُس رسول کی معلمیت کی نوعیت کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اب قدرتی طور پر ہماری دلچسپی اسکی معلمیت کے اثرات اور نتائج کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ہم طبعی طور پر استفسار کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کہ بالآخر پولُس رسول کی معلمیت کا کیا اثر ہوا؟ اُس کی تعلیم سے کتنے لوگ متاثر ہوئے، اور یہ اثر کتنی دیر تک قائم اور جاری رہا؟ یعنی پولُس رسول کی معلمیت کے فوری اور مستقل نتائج کیا تھے؟

فوری نتائج :-

پولُس رسول کی تعلیم کے فوری نتائج نہایت مؤثر تھے۔ فی زمانہ ہر ایک عالمگیر اُستاد کے شاگرد ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ بدھ۔ سقراط اور یسوع ہر ایک قریبی شاگردوں کا ایک اندرونی حلقہ رکھتا تھا۔ ہر ایک اُستاد کو اس کی تعلیم کے معاوضہ میں دوسروں کی رفاقت اور دوستی کا حصول ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی زندگی میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے اُس کی زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پولُس رسول کے قریبی اور شخصی دوست بے شمار تھے۔ اور وہ اکثر اُنہیں پُرشفقت انداز میں یاد کیا کرتا تھا۔ مثلاً تیمتھیس۔ خدا کا بندہ۔ لُوقا: پیارا طبیب۔ سیلاس

گانے والا ساتھی۔ برنباس نیک۔ مرقس جوان۔ لُدیہ قرمزی بیچنے والی۔ پرسکلہ اور اکولہ خیمہ دوز۔ ارسترخس قید میں ساتھی۔ دربے کا گیُس۔ تھسلنیکیوں کا سکندر۔ فیبے ہماری بہن اور کنخریہ کی کلیسیا کی خادمہ بہتوں کی مددگار۔ اِپینِتس۔ آسیہ کا پہلا پھل۔ مریم بہت محنت کرنے والی۔ اندرنیکس اور یونیاس قید میں میرے ساتھی۔ امپلیاطس میرا پیارا۔ اُربانس۔ ہمارا ہم خدمت۔ اِستخس: میرا پیارا۔ اپلیس مقبول۔ ارستبولس۔ ہیرودیون۔ نرکسس۔ ترُوفینہ۔ ترُوفوسہ۔ پرسس پیاری۔ رُوفس برگزیدہ۔ اسنکرتس۔ فلگون۔ ہرمیس۔ پترباس۔ ہرماس۔ فلُلگس۔ یولیہ۔ نیریوس۔ اُلمپاس۔ لوکیُس۔ یاسون۔ سوسپطرس۔ ترتیُس۔ کاتب۔ گیُس میزبان۔ اِراستس شہر کا خزانچی۔ کوارتس۔ ستفناس۔ فرتوناتس۔ اخیکس۔ تخکس پیارا بھائی اور دیانتدار خادم۔ ہمخدمت۔ اِپفراس۔ اُنیسمس غلام۔ یوستس۔ دیماس جس نے موجودہ جہان کو پسند کیا۔ ارخپس خادم۔ ہم سپاہ۔ طِطُس شریک کار۔ لوئس۔ یُونیکے۔ کریسکینس۔ کرپس۔ اُنیسفرس۔ یوبولس۔ پُودینس۔ لینُس۔ کلودیہ۔ ارتماس۔ فلیمون:۔ عزیز اور ہمخدمت۔ افیہ۔ اپُلّوس۔ خوش تقریر۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اُستاد ہونے کی حیثیت میں پولُس رسول نے نہ صرف بیشمار دوست پیدا کئے۔ بلکہ وہ سچائی کا جستجو کرنے والا اور اُس کا اُستاد بھی تھا۔ وہ سچائی پر جان کی بازی لگا دیتا تھا۔ سچائی کا جذبہ اُس کے

رگ و ریشہ میں پایا جاتا تھا۔ وہ جہاں کہیں جاتا اپنی تعلیم سے دوست پیدا کر لیتا۔ وہ اپنی تعلیم سے اپنے مخالفین کو اپنا گرویدہ بنا لیتا۔ اُس کی تعلیم اُن کے اندر سرعت سے سرایت کر لیتی۔ اُن کے سنگین دل موم کی طرح پگھل جاتے۔ اُن کے جمیع تعصبات خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے وہ نادم اور شرمندہ ہو جاتے۔ اُن کے دل و دماغ کی تاریکی اور ظلمت مفقود ہو جاتی اور اُن کی زندگیاں یکدفعہ نور بن جاتیں اور وہ دنیا میں آفتاب کی طرح چمکتے۔

اُسے اپنی تعلیم کے دوران میں مختلف [illegible] اشخاص سے دوچار ہونا پڑا۔ اُسے راسخ الاعتقاد یہودیوں اور بُت پرست رومیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس کی تعلیم سے دمشق۔ یروشلم۔ پسدیہ کے انطاکیہ۔ اکونیم۔ لسترہ۔ تھسلنیکے۔ بیریہ۔ اتھینے۔ کرنتھس۔ افسس اور دیگر متعدد جگہوں میں یہودیوں کے حسد اور دشمنی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اُسے مختلف پیشہ کے لوگوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جادوگروں۔ سناروں اور صنعت کاروں نے اُس کا سخت مقابلہ کیا۔ اُسے بسا اوقات مروجہ رسوم و رواج سے ٹکر لگانا پڑی۔ یہودی مائل لوگوں کا جمِ غفیر ہمیشہ اُس کا تعاقب اور پیچھا کیا کرتا تھا۔ اُس کے اپنے مقلدین کے درمیان بدعنوانی۔ بدنظمی۔ بداخلاقی۔ نفاق۔ بُت پرستی اور تغافل اُس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

لیکن وہ قطعاً پست ہمت۔ مایوس اور ہراساں نہ ہوتا اور نہ ہی مخالفت۔ خطرات اور مصائب و تکالیف کی پرواہ کرتا۔ بلکہ اپنی تعلیم

کو شجاعت۔ دلیری۔ صبر و تحمل اور استقلال سے بدستور جاری رکھتا۔ بالآخر اُس نے اپنی تعلیم سے متعدد اشخاص کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور حیران کن نتائج وقوع میں آئے۔

اُس کی تعلیم کا گہرا اثر نہ صرف افراد پر ہی پڑا بلکہ بڑے بڑے مجمعوں اور قصبوں اور شہروں پر بھی پڑا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:-

"دوسرے سبت کو تقریباً سارا شہر خدا کا کلام سُننے کو اکٹھا ہُوا۔"
(اعمال ۱۳: ۴۴)

"لیکن شہر کے لوگوں میں پھوٹ پڑ گئی۔" (اعمال ۱۴: ۴)

"یہ باتیں کہہ کر بھی لوگوں کو مشکل سے روکا کہ اُن کے لئے قربانی نہ کریں۔" (اعمال ۱۴: ۱۸)

"تم دیکھتے اور سُنتے ہو کہ صرف افسس ہی میں نہیں۔ بلکہ تقریباً تمام آسیہ میں اِس پولُس نے بہت سے لوگوں کو یہ کہہ کر قائل اور گمراہ کر دیا ہے۔ کہ جو ہاتھ کے بنائے ہُوئے ہیں۔ وہ خدا نہیں ہیں۔" (اعمال ۱۹: ۲۶)

"یہاں تک کہ آسیہ کے رہنے والوں کیا یہودی کیا یونانی سب نے خداوند کا کلام سُنا۔" (اعمال ۱۹: ۱۰)

"یہ وہی آدمی ہے جو ہر جگہ سب آدمیوں کو اُمت اور شریعت اور اس مقام کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔" (اعمال ۲۱: ۲۸)

"وہ شخص جنہوں نے جہان کو باغی (اُلٹ پُلٹ) کر دیا ہے۔

یہاں بھی آئے ہیں"۔ (اعمال ۱۷: ۶)

پولس رسول کی تعلیم نے اتھینے کے فلسفہ دانوں کے عظیم گروہ پر بھی اپنا گہرا اور عمیق اثر ڈالا۔ انہوں نے اُسے مزید بحث وتمحیص کی دعوت دی۔ چنانچہ اُس نے اُن کی دعوت قبول کر کے اُنہی کے میدان میں اُن کا سامنا کیا۔ اُس نے انہی کے شعراء سے اقتباسات پیش کر کے اور منطقی استدلال کے زور سے اپنی بات کو قطعی طور پر ثابت کر دیا۔ یہاں تک کہ اُن سے کچھ نہ بن سکا سوائے اس کے کہ یا تو وہ اس کی تعلیم کو قبول کریں۔ یا اُس کا تمسخر اُڑائیں۔

اُس نے افسس میں دو برس تک اتنے مؤثر انداز میں تعلیم دی۔ کہ جو "ایمان لائے تھے۔ اُن میں سے بہتیروں نے آکر اپنے اپنے کاموں کا اقرار اور اظہار کیا اور بہت سے جادوگروں نے اپنی اپنی کتابیں اکٹھی کر کے سب لوگوں کے سامنے جلا دیں۔ اور جب اُن کی قیمت کا حساب ہوا۔ تو پچاس ہزار روپے کی نکلیں"۔ (اعمال ۱۹: ۱۸، ۱۹)

اسکی تعلیم نہ صرف انسان کی ضمیر ہی کو چھوتی تھی۔ بلکہ دماغ کو بھی جملہ توہمات کی قید وحراست سے آزاد کر دیتی تھی اس کی تعلیم پوری انسانی شخصیت کو حرکت اور جنبش میں لے آتی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس کی تعلیم سے ایسے نتائج وقوع میں آئے۔ مزید برآں اس کی تعلیم کے مؤثر نتائج کا موجب وہ طرزِ عمل بھی تھا جو اُس نے اپنی تعلیم میں ہمہ اوقات اختیار کر رکھا تھا۔ اُس نے کہا: "میں تمہارے مال کا نہیں بلکہ تمہارا ہی خواہاں ہوں۔۔۔۔

اور میں تمہاری رُوحوں کے واسطے بہت خوشی سے خرچ کروں گا۔ بلکہ خود بھی خرچ ہو جاؤں گا"۔ (۲ کرنتھیوں ۱۲: ۱۴-۱۵)

مستقل نتائج

پولس رسول کی تعلیم کے فوری نتائج کی بہ نسبت مستقل نتائج زیادہ مؤثر تھے۔ اُس کی تعلیم سے ایک ایسا مذہب جو مشرقی زمین میں پیدا ہوا۔ یورپ میں پہنچ گیا اور یوں مشرق اور مغرب باہم پیوست ہو گئے اور اس پیوستگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یورپ کی تواریخ ان تمام صدیوں کے لئے قبل از وقت معین ہو گئی۔

پولس رسول نے ابتدائی مسیحی تعلیم پر حیرت انگیز اثر ڈالا۔ چنانچہ سیتے صاحب اپنی کتاب بنام "تعلیم کی تواریخ" میں یوں رقمطراز ہے:۔

"رسولوں اور کلیسیائی آبا نے تمام تعلیمی امور میں پیش قدمی کی۔۔ انہوں نے اپنے اُستاد کی رُوح کو لے لیا۔ اور دل و دماغ کو تعلیم دینے کی سعی وکوشش کی۔ پولس۔ اور جیروم۔ کریسسٹم۔ بیسل اعظم اور آگسٹین جیسے لوگوں نے نہ صرف کلیسیا کی تعمیر میں بلکہ تعلیم کو ترقی دینے میں بھی اچھا کام انجام دیا۔ فی الحقیقت ابتدائی مسیحی صدیوں میں تمام تعلیمی ترقی ان آدمیوں کے اسمائے گرامی کے گرد جنبش کرتی ہے"۔

پولس رسول کی تعلیم ایک ایسی ادبیات میں محفوظ ہے۔ جو اُس کے

اپنے ہاتھوں سے لوگوں کی مروجہ زبان میں لکھی گئی ہے۔ یعنی ایسی
ادبیات میں جو سوائے اُس ادبیات کے جس کا وہ ایک حصہ
ہے۔ (کتب مقدسہ) دنیا میں لاثانی اور بے مثال ہے۔ اُس کے
الفاظ اور کلمات سے بے بیان اور بے پایاں طاقت اور قوت
صادر ہوتی تھی۔

جتنی کتابیں اس کی زندگی اور کام کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ کسی
اور فانی انسان کی زندگی اور کام کے متعلق نہیں لکھی گئیں۔ کہتے
ہیں کہ ہارورڈ یونیورسٹی کے مدرسہ الٰہیات کی لائبریری میں دو
ہزار سے زیادہ ایسی کتابیں ہیں۔ جو براہ راست اس کی زندگی
اور خطوط کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ہزارہا تواریخ
اور تفسیر کی کتابیں ہیں۔ جن میں پولس رسول کی تعلیم کو خاص
عظمت اور اہمیت حاصل ہے۔ ریفارمیشن یعنی زمانۂ اصلاح
سے لیکر گلتیوں کے خط پر ۱۱۸ تفسیریں لکھی گئی ہیں۔

پولس رسول کی تعلیم کے مستقل نتائج و اثرات اُس کے
زمانہ سے لیکر مشہور و معروف رہنماؤں کی زندگیوں میں بھی صاف
ظاہر و عیاں ہیں۔ مثلاً اس کی تعلیم نے آگسٹین۔ لوتھر اور جان
ویزلی کی زندگیوں پر گہرا اثر کیا۔ اُن کی زندگیوں میں حیرت انگیز
انقلاب پیدا کر کے انہیں طاقت اور قوت سے معمور کر دیا۔ چنانچہ
انہوں نے کلیسیا میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جن

کے لئے کلیسیا خدا تعالیٰ کی بصدقِ دلی تعریف و تمجید کرتی
ہے۔

آگسٹین:۔

(۳۵۴ - ۴۳۰ء) اُس کے اقرارات کے مطابق وہ ۳۹۶ء کے
ماہ ستمبر میں ویلاکیسی کونیکم کے ایک باغ میں تھا جو میلان سے
دور نہ تھا۔ اس کا دل و دماغ شدید اضطراب کی حالت میں
تھا۔ اُس بے چینی اور کشمکش کی حالت میں اُس نے ایک بچے
کو یہ گاتے ہوئے سُنا! "لو۔ پڑھو!" پولس رسول کے رومیوں
کے خط کی ایک نقل اُس کے قریب پڑی تھی۔ اُس نے اُسے
کھولا اور اس کی نگاہ ان الفاظ پر پڑی "خداوند یسوع مسیح کو
پہن لو"۔ (رومیوں ۱۳: ۱۴) اُسی لمحہ سے اُسے اطمینان قلب حاصل
ہوا۔ پولس رسول نے اُسے ایک ہی جملہ میں وہ بات سکھا
دی۔ جو مدورا اور کارتھیج کے مدرسوں کے تمام اساتذہ اور
روما اور میلان کے سفر اور دنیوی عیش و عشرت اور افلاطون کا
فلسفہ اُسے نہ سکھا سکا۔ اس طرح اُس تینتیس سالہ جوان کی
زندگی میں ایک ایسی حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو گئی جس نے اُسے
تمام مسیحی دنیا کے لئے بے بیان برکت کا باعث بنا دیا۔

مارٹن لوتھر:۔

(۱۴۸۳ - ۱۵۴۶ء) اُسے وہ اچانک روشنی یعنی شخصی مکاشفہ

اُس وقت حاصل ہوا جبکہ وہ اپنی کوٹھڑی میں رومیوں کا خط پڑھ رہا تھا۔ اُسے خدا کی گہری اور قریبی رفاقت حاصل ہو گئی۔ اسی رفاقت کے باعث وہ ایسے زمانہ میں لوگوں کی رہنمائی کے قابل بن گیا۔ جو ایسی اخلاقی زندگی کی بحالی اور انقلاب کی تلاش اور جستجو کر رہے تھے۔ جس کا محرک ایک نیا اور تازہ مذہبی جذبہ ہوا۔

جان ویزلی:-

(۱۷۰۳-۱۷۹۱): ۲۹ مئی سنہ ۱۷۳۸ء میں اس کی تمنا اور آرزو پوری ہوئی۔ اُسے حقیقی یقین حاصل ہوا۔ جس کے لئے وہ ہمہ اوقات سرگرداں رہتا تھا۔ اور اُس کے دل میں آگ کا ایک ایسا شعلہ بھڑک اُٹھا جس نے اقوام اور ممالک کو آگ لگا دی۔ وہ اپنے حصولِ مقصد کا واقعہ یوں بیان کرتا ہے:-

"میں آلڈرسگیٹ میں شام کے وقت ایک ایسی مجلس میں بادلِ ناخواستہ جا پہنچا۔ جہاں کوئی شخص رومیوں کے نام خط کا لوتھر کا لکھا ہوا دیباچہ پڑھ رہا تھا۔ پونے نو بجے جبکہ وہ شخص اُس تبدیلی کا بیان کر رہا تھا جو مسیح پر ایمان لانے سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ تو میں نے محسوس کیا۔ کہ میرا دل عجیب طور پر گرما گیا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ میں نجات کے لئے مسیح اور فقط مسیح پر ہی بھروسہ

رکھتا ہوں اور مجھے یقین حاصل ہوا کہ وہ میرے ہاں میرے ہی گناہ اُٹھا کر لے جا چکا ہے۔ اور مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے بچا چکا ہے۔"

یہی وہ تجربہ تھا جو اُس کے عظیم کام کی بنیاد ثابت ہوا اور آج میتھوڈسٹ کلیسیا جو اُسی کی سرگرمیوں کا نتیجہ اور پھل ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ:-

"جب پولُس رسُول بولتا ہے۔ تو ہمارے اندر پُراسرار قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ وہ ہمیں بیدار کر دیتا ہے۔ ہمیں گرما دیتا ہے وہ ہمارے اندر خواہشات پیدا کرنے اور خواب دیکھنے کے لئے ہمیں جگا دیتا ہے۔ اُسے ایک عالمگیر قوت تصور کرنا لازم ہے، وہ معاشرتی ارتقاء میں ایک معنوی جزو ہے۔ وہ مغربی تہذیب معین کرنے والے اثرات میں ایک اثر ہے۔ ہمارے ادارہ جات پر اُس کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔ اُس کے اخلاقی نصب العین بازاروں اور منڈیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اُس کے خیالات ہمارے خون میں گردش کر رہے ہیں۔ اُس نے ہماری ضمیروں اور ہمارے اخلاق کے ریشوں میں اپنے آپ کو بُن دیا ہے۔ وہ ہم پر اُس وقت بھی اثر انداز ہوتا ہے، جبکہ ہمیں اُس کا کمترین شعور بھی نہیں ہوتا ...... اگر ترسُس کا ساؤل کبھی پیدا نہ ہوتا تو آج تمام دنیا مختلف ہوتی۔"

پولس رسول کی تعلیم کے اثرات ونتائج دورِ حاضرہ میں بھی عیاں ہو رہا ہیں۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ کہ موجودہ زمانہ میں پولس رسول کی تعلیم انسان کی انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، اخلاقی، روحانی، قومی اور بین الاقوامی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر رہی ہے۔ اور ہمیں اعتماد کلی ہے۔ کہ آئندہ زمانوں میں بھی اُس مقدسِ کامل کی تعلیم سے اور بھی مؤثر نتائج وقوع میں آئیں گے۔ کیونکہ اس کی تعلیم میں غیر معمولی اور لامحدود طاقت اور قوت پائی جاتی ہے۔

پس لازم ہے کہ ہم اس لاثانی اُستاد کے مدرسہ میں داخل ہوں اور اُس کے مبارک قدموں میں بیٹھ کر اُس کی تعلیم سے پورے طور پر مستفیض ہوں! آمین۔

Revd Saleem Akhtar

جوزیفن ڈرو بیٹہ

JOSEPH